آتے تھے۔ یہ حساب تخمینی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خراج چھبیس ستائیس لاکھ روپیہ سالانہ کے قریب ہوا +
ہم نے ملک سندھ کی تاریخ اُس زمانہ تک لکھی ہے کہ اُسکا تعلق اہل عرب سے رہا۔ اس زمانہ سے آئندہ زمانہ کی تاریخ ہم آئندہ اپنی تاریخ میں لکھینگے +

باب چہارم

خاندان غزنویہ

ہم نے باب دوم میں بیان کیا ہے کہ سلطنت اسلامیہ ملک عرب کس طرح حصوں میں تقسیم ہوئی اور اِن حصوں میں کن کن خاندانوں نے سلطنت کی انہیں سے ایک خاندان آل سامان کا بھی بیان کیا ہے کہ وہ ۲۶۱ھ - ۳۸۹ھ (۸۷۴ - ۹۹۹) میں وسط ایشیا میں ماوراء النہر اور ایران میں سلطنت کرتا تھا اور اخیر کے وقت میں بھی خراسان اور ماوراء النہر پر قبضہ و تصرف رکھتا تھا انہیں کے امیر الپتگین نے خاندان غزنوی کی سلطنت کی بنا قائم کی جسنے ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک مستقل سلطنت قائم کی۔ گو پہلے ملک سندھ پر اہل عرب کا دو سو برس تک تسلط رہا ہے مگر سندھ کی طرف سے مسلمانوں نے آنکر اپنی سلطنت کو ہندوستان میں مستقل نہیں کیا۔ بلکہ کابل کی طرف سے آنکر اپنی سلطنت کو قائم کیا ہے اسلئے ہم کابل کا حال لکھتے ہیں۔

فصل اول کابل پر مسلمانوں کا مسلط ہونا

ابو ریحان بیرونی نے اپنی تاریخ ہند میں لکھا ہے کہ پہلے زمانہ میں ملک تبت سے آئے ہوئے ترک کابل میں راج کرتے تھے۔ پہلا راجہ انکا برہ تگین برگ تھا۔ جب وہ تگین اول اول کابل میں آیا تو ایک غار میں آنکر اُترا اور وہیں رہنے لگا۔ یہ غار ایسا دشوار گذار تھا کہ جب تک کوئی شخص گھٹنوں کے بل نہ چلے اندر نہیں جا سکتا تھا۔ اِس غار میں وہ چند روز کی خوراک رکھ لیتا تھا۔ پانی پینے کے لئے اُسکے اندر ایک چشمہ تھا جسکا نام اب تک مشہور ہے۔ وہاں کے لوگوں کی وہ زیارتگاہ تھا۔ اِس پر لوگ بڑی مشکل سے جاتے اور اُسکا پانی لاتے جسکو وہ بڑا پُر اثر و متبرک جانتے اِس غار کے مُنہ کے پاس کسان اپنا کام کیا کرتے۔ یہاں غار میں بے غذا کسی آدمی کا جینا بغیر اُسکے نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کسی آدمی کو نوشجان نہ کرے۔ برہ تگین کو

جو لوگ سازش رکھتے تھے وہ ہمیشہ غار کے منہ کے پاس کسانوں کو اس طرح کام میں لگائے رکھتے تھے کہ وہ آدمیوں سے خالی نہ ہوتا تھا۔ ایک کسانوں کے گروہ سے دن کو کام لیتے رات کو چھٹی دیتے۔ اور دوسرے گروہ سے رات کو کام لیتے اور دن کو چھٹی دیتے۔ یوں رات دن وہاں آدمیوں کا جگھٹ لگائے رکھتے چند روز بعد دفعتہً برہ تگین غار سے نمودار ہوا۔ غار کے پاس آدمیوں کا ہجوم رہتا تھا انکو یہ معلوم ہوا کہ یہ ترک ابھی پیدا ہوا ہے۔ ترکی لباس زیب تن۔ کرتہ بدن پر۔ ٹوپی سر پر بوٹ پاؤں میں اُسکی ہیأت عجیب و غریب۔ بادشاہی کے لئے مقدر نظر آتی تھی۔ چنانچہ کابل میں اُسنے اپنے تئیں بادشاہ بنایا۔ اُسکے خاندان میں ساٹھ پیڑھی تک سلطنت متواتر چلی گئی +

متسلسل واقعات کی تحریر کو اور اپنے بادشاہوں کی تخت نشینی کی تاریخوں کے قلمبند کرنے کو ہندو بکار آمد اور ضروری نہیں سمجھتے جب کوئی ان باتوں کو پوچھ کر انکو حیران کرتا ہے تو وہ چپ ہو جاتے ہیں + میں نے جو اُنسے حالات سُنے ہیں وہ سچ بھی ہیں اور میں انھیں سچ بیانوں کو بیان کرتا ہوں۔ یہ میں نے سچی بات سُنی ہے کہ نگر کوٹ میں ایک ریشمی کپڑا تھا جس پر ان راجاؤں کی تخت نشینی کی تاریخیں لکھی تھیں مجھے بڑی آرزو تھی کہ میں اُسکو خود دیکھوں مگر ایسے واقعات مجھے پیش آئے کہ میں اُس کی زیارت سے محروم رہا +

ان راجاؤں میں ایک راجہ کنک تھا جسنے پشاور میں وہار بنایا تھا۔ وہ ابتک اُس کے نام سے مشہور ہے۔ کہتے ہیں کہ اس پاس راجہ قنوج نے تحفے بھیجے تھے اُن میں نہایت عمدہ بنا ہوا ایک کپڑا تھا جسکی پوشاک راجہ کنک نے بنوانی چاہی جب اُسکو درزی کو دیا تو درزی نے اُسکی پوشاک بنانے سے انکار کیا اور اُسکی وجہ یہ بیان کی کہ اس کپڑے پر آدمی کے پاؤں کا چھاپہ ہے اور یہ چھاپہ خواہ کیسے ہی کپڑے کی کتر بیونت کیجئے شانوں کے درمیان میں آتا ہے یہ ایک ایسی کہانی ہے جو میں نے بغل کے فسانہ میں لکھی ہے +

کنک اس تحفہ میں یہ کنایہ سمجھا کہ راجہ قنوج نے مجھے کمتر و ذلیل سمجھا ہے در پردہ گستاخی کی ہے بس یہ سمجھ کر بہت سا لشکر ہمراہ لیا اور قنوج کا رستہ پکڑا۔ قنوج کے راجہ کو جب یہ خبر لگی تو وہ بہت مضطر اور بیقرار ہوا۔ وہ اس راجہ سے لڑنے کی سکت اپنے میں نہیں دیکھتا تھا۔ اُسنے وزیر کو

صلاح و مشورہ کے لئے بلایا۔ وزیر نے کہا کہ آپ نے ایک بیجا حرکت کی کہ ایک ایسے شخص کو سوتے سے
چوکا دیا جو ہمارے ساتھ صلح و آشتی رکھتا تھا۔ اب یوں تو مقابلہ اُس سے ہو نہیں سکتا۔ بہتر ہے کہ
آپ میرے ناک اور ہونٹ دونو کٹوا دیجئے۔ اس تدبیر سے کوئی فند فریب بن پڑے تو بن پڑے۔ راجہ نے
وہی کیا جو وزیر نے کہا تھا۔ یہ نکٹا وزیر سرحد کی طرف روانہ ہوا جب کابل کے لشکر سے ملا تو اُسنے
اپنے تئیں بتلایا اور راجہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ راجہ نے وزیر سے پوچھا کہ یہ تمھارا حال کیونکر ہوا۔
وزیر نے عرض کی مہاراج میں نے راجہ قنوج کو فہمائش کی کہ وہ آپ کی اطاعت اختیار کرلے۔ آپ سے
لڑائی نہ لڑے۔ اس میرے کہنے کو وہ یہ سمجھا کہ میں آپکے ساتھ سازش رکھتا ہوں اسلئے اُسنے میری
ناک اور آدھی ہونٹ کٹوا دئے۔ اب میں آپ کو یہ صلاح دیتا ہوں جس راہ پر آپ چل رہے ہیں وہ بہت
دور کی راہ ہے میں ایک پاس کی راہ بتاتا ہوں۔ قنوج اور آپکے درمیان ایک ویرانہ حائل ہے
اُسکو آپ پانی کا انتظام کرکے قطع کیجئے تو آسانی سے منزل مقصود پر پہنچئیے۔ راجہ نے کہا یہ کیا
مشکل ہے۔ پانی ساتھ لیا۔ وزیر نے جو رستہ بتلایا اُسپر چلنے لگا۔ وزیر اس کو اُس ویرانہ میں لے گیا
جسکی ویرانی کی انتہا نہ تھی جب چند روز گذر گئے اور کوئی رستہ نہ دکھائی دیا تو راجہ نے وزیر سے
کہا کہ یہ کیا بات ہے۔ وزیر نے کہا کہ اس بات کے کوئی الزام مجھپر نہیں لگ سکتا کہ میں اپنے آقا کی سلامتی
چاہوں اور اُسکے دشمنوں کی تباہی۔ آپ اِس ویرانہ سے جب ہی نکل سکتے ہیں کہ جس راہ سے آئے ہیں
اُسی راہ پر جائیں۔ میرا حال جو آپ کے جی میں آئے کیجئے مگر اس ویرانہ سے باہر کوئی شخص زندہ جان سلامت
لیکر نہیں نکل سکتا۔ یہ سن کر راجہ گھوڑے پر سوار ہوا اور نشیب کی طرف ایک جگہ جا کر اپنا نیزہ
گاڑا وہاں سے پانی اُبلنا شروع ہوا جو لشکر کے لئے اب بھی اور آیندہ کے لئے بھی کافی تھا۔ یہ دیکھ کر
وزیر نے راجہ سے کہا کہ میں ضعیف انسانوں کو دہوکہ دے سکتا ہوں مگر قوی دیوتاؤں کو دم نہیں
دے سکتا۔ اب آپ کرپا دیا کرکے میری اور میرے آقا کے قصوروں کو معاف فرمائیے۔ راجہ نے وزیر سے
کہا کہ تو اپنے مالک کو جا۔ تیرے راجہ کو کافی سزا مل گئی۔ وزیر جب قنوج میں آیا تو راجہ کو دیکھا کہ اُسکے
دونو ہاتھ پاؤں بیکار اُسی روز سے ہو گئے ہیں کہ کنگ نے زمین میں نیزہ گاڑا تھا +

ان راجاؤں میں سب سے آخر راجہ کنٹوپان تھا۔ اور اُسکا وزیر کلر ایک برہمن تھا۔ وزیر کو

قسمت نے اس طرح برباد کیا کہ کہیں سے ایک بڑا خزانہ دبا ہوا پایا اُس کو دولا دیا جس سے وہ بڑا صاحبِ مقدرت ہوگیا۔ اسی زمانہ میں راجہ کی قسمت اُلٹ گئی۔ یہ آخر راجہ زشت افعال اور بدچال تھا۔ وزیر کے پاس جب اُسکی بہت سی شکایتیں پہنچیں تو اوس نے راجہ کو زنجیروں میں کس کر قیدخانہ میں تا دیب کے لیے بٹھا دیا۔ برہمن سامند کو اُسکا جانشین کر دیا۔ پھر بالترتیب راجہ بعد ایک دوسرے کے اسطرح ہوئے۔ کملو۔ بھیم۔ جے پال۔ انند پال۔ نروجن پال ۱۲ ۴ھ ہجری میں اُسکے پانچ برس بعد بھیم پال۔ اس راجہ کے عہد میں ہند کے خاندان سے راجائی ایسی نکل گئی کہ اِس گھرانے کا کوئی جو لہ پر ہانڈی چڑھانے والا بھی کابل میں باقی نہ رہا۔ یہ راجہ بڑی بڑی سلطنتیں اور اُس کے ساتھ خصائل بھی بڑی نیک رکھتے تھے چھوٹوں پر بڑی کر پا دیا کرتے تھے۔

انند پال نے اس حال میں کہ امیر محمود والی خراسان سے سخت عداوت تھی یہ خط لکھا ہے جو نہایت تحسین اور آفرین کے قابل ہے +

خط میں نے سنا ہی کہ تمھاری مملکت پر ترکوں نے حملہ کیا ہے اور سارے خراسان میں وہ پھیل گئے ہیں اگر تم چاہو تو میں خود پانچہزار سوار دس ہزار پیدل سو ہاتھی ہمراہ لیکر تمھارے ساتھ لڑائی میں شریک ہو سکتا ہوں اور اگر تم کو یہ زیادہ پسند ہو کہ میں اپنے بیٹے کو دو چند لشکر دیکر بھیجوں تو وہ بھی مجھے منظور ہے۔ یہ کام میں اس نظر سے نہیں کرتا کہ آپ کی نظر التفات مجھ پر ہو بلکہ اس خیال سے کہ میں نے آپ کو مغلوب کر لیا ہے میں نہیں چاہتا کہ میرے سوا کوئی دوسرا شخص اس امر میں فوقیت حاصل کرے فقط + یہ راجہ مسلمانوں کا سخت دشمن اُس وقت سے تھا کہ اُس کے بیٹے نروجن پال کو مسلمانوں نے قید کیا تھا۔ مگر اُسکے برخلاف اُسکا بیٹا مسلمانوں کا ہوا خواہ تھا +

یہ کابل میں ترکوں کی سلطنت کا حال تمام ہوا جس پر فرنگستان کے محققین نے حاشیوں کا ایک طومار باندھ دیا ہے۔ قاعدہ ہے کہ اپنی زبان کی ناموں کا تلفظ صحیح صحیح آدمی ادا کر سکتا ہے اور اپنی زبان کے خط میں انکو صحیح لکھ پڑھ سکتا ہے۔ غیر زبان میں کسی زبان کے ناموں کی بڑی مٹی پلید ہوتی ہے۔ وہ صحیح لکھے پڑھے نہیں جا سکتے۔ عربی زبان میں غیر قوموں کی ناموں کی تحریف کر کے لکھنے کا قاعدہ اختیار کیا ہے اسکے سبب سے نام کا ٹھیک پتا لگانا نہایت دشوار ہوتا ہے۔ پھر اسیرہ و ستم

کابل میں ہندو راجاؤں کی سلطنت کا انقراض +

عاقلاں پیروی نقطہ نہ کنند۔ الکاتب کالحمار مشہور ضرب المثل ہے ان پر صادق آتی ہیں عربی فارسی خط میں جو نام غیر زبانوں کے لکھے جاتے ہیں انکو مختلف مصنف اپنی تصنیف میں اتنی طرح لکھتے ہیں جتنے اس نام کے حروف کی ترتیب جتنے ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ایک تاریخ میں لکھا ہے کہ بادشاہان ہند کابل و سندھ را رتبیل گویند۔ رتبیل کو کوئی زنبیل کوئی رتیل کوئی زیبیل کوئی زین تل کوئی رت بال۔ کوئی رن بھیل وغیرہ لکھتا ہے۔ ایک تاریخ میں رن بل (لڑائی کی قوت) آتا ہے جو ایک بامعنی ہندو کا نام معلوم ہوتا ہے آئین اکبری میں رن بھیل لکھا ہے یہ بھی ہندوؤں کے نام سے مناسبت رکھتا ہے۔ کسی کتاب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی راجہ ہے۔ کسی کتاب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شاہان سندھ و کابل کے لقب کی گم بخشی ہے۔ غرض زیادہ تر تو فرنگستانی محققین نے ان ناموں کی تحقیق میں اور انکے ساتھ سکوں کی تحقیق میں بہت سے کورے کاغذوں کو سیاہ کیا ہے۔ جو انکی بڑے درجہ کی ذہانت دکھلاتے ہیں مگر کسی حقیقت کو نہیں دکھاتے۔ ان ناموں کی تحقیقات ان محققین کا کام ہے جو سنسکرت و عربی دونوں زبانوں میں عالم فاضل پنڈت ہوں سنسکرت دانی سے وہ یہ تحقیق کر سکتے ہیں کہ اصل نام کیا تھا اور عربی دانی سے یہ کہ کیونکر اسکی تحریف ہوئی۔ سو ایسے فاضل عنقا ہیں اسلئے یہ تحقیق بھی بے سروپا ہے +

یہ بھی محققین نے تحقیق کیا ہے کہ کابل میں جو کوہستان ہے بہت سے ترک آئے تھے انکا مذہب بودھ تھا انہوں ہی نے یونانیوں کی سلطنت کو شرق میں استیصال کیا تھا ان ترکوں کے ہاتھ سے برہمنوں کے ہاتھ میں اور برہمنوں کے ہاتھ سے رجپوتوں کے ہاتھ میں سلطنت منتقل ہوئی +

راجہ کنک کا نام اصل میں کنشکا تھا پشاور میں جو اسنے وہار (بدھ مذہب والوں کا معبد) بنایا تھا وہ ابتک موجود ہے اسکو گور کھتری کہتے ہیں۔ اس راجہ کا مذہب بدھ تھا۔ کتور مان یا کتور زمان جو بیرونی نے لکھا ہے وہ کافر یعنی سیاہ و بوش قوموں میں سے ایک قوم کا نام معلوم ہوتا ہے۔ چترال و گلگت کے فرمانروا اپنا لقب ابتک شاہ کتور رکھتے ہیں چینیوں نے جو ہندوستان کے سفرناموں میں کابل کا حال لکھا ہے وہ ابوریحان بیرونی کے تاریخ الہند سے بہت ملتا جلتا ہے +

حضرت عثمان کی خلافت میں عراق کا والی عبداللہ مقرر ہوا۔ اسکے زمانہ میں خلیفہ کی طرف سے اول حملہ کابل پر ہوا ہے۔ اسکو خلیفہ نے ہدایت کی کہ جاسوس بھیجکر اضلاع ہند کا حال دریافت کرے

گو یہاں کا حال ایسا جاسوسوں نے بتلایا کہ وہ حملہ آوری کو منع کرتا تھا مگر عبداللہ نے اپنے عمزاد بھائی
سے عبدالرحمن بن سمرہ کو حکم دیا کہ وہ سیستان پر حملہ کرے۔ عبدالرحمن شہر زرنج کی طرف بڑھا
اور بعد ایک سخت لڑائی کے یہاں کے ایرانی مرزبان کو اُسکے محل میں محاصرہ کر کے عید کے دن اُسنے
گرفتار کیا۔ مرزبان نے اطاعت و منت و سماجت کر کے خلاصی پائی اور وعدہ کیا کہ دو لاکھ درہم اور
دو ہزار غلام خراج میں دیا کرونگا۔ پھر عبدالرحمن نے زرنج اور کش کے درمیان جو ملک تھا اُسی فتح کر لیا
اس ملک کو بلاد ہند کہتے تھے۔ اور اس بلاد کو بھی فتح کیا جو ارزخج اور ضلع داور کے درمیان واقع
تھی ضلع داور میں اُسنے بڑے زور کے بت پرستوں پر حملہ کیا تھا جنھوں نے اُسنے آشتی کی درخواست کی
گو اُنکے ساتھ آٹھ ہزار آدمی تھے مگر غنیمت اتنی ہاتھ لگی کہ ہر ایک آدمی کے حصہ میں چار ہزار
قرضہ سیمی ہاتھ آئے انکا بت بڑا زور سونے کا تھا اُسکی دونو آنکھوں میں لعل لگے ہوئے تھے مسلمانوں
نے اُسکے ہاتھ کاٹ ڈالے اور آنکھیں نکال لیں اور مرزبان سے کہا کہ تمھارا بت ایسا بیکار ہے کہ وہ کچھ
برا بھلا کام نہیں کر سکتا۔ اسی مہم میں اُسنے بست کو لے لیا۔ بعد ازاں عبدالرحمن کابل پر بڑھا اور پھر
۴۳ھ میں امیر معاویہ کی خلافت میں کابل میں آیا جب عبدالرحمن کابل کے سامنے آیا تو یہاں کا
حاکم کابل شاہ جو لنگڑا تھا شہر کے اندر تھا وہ باہر آیا۔ مسلمانوں سے کئی لڑائیاں لڑکر شہر کے اندر
چلا گیا اور پھر باہر نہ نکلا عبدالرحمن نے شہر کا محاصرہ کیا اور برسوں تک محصورین سے لڑتا رہا۔
اس محاصرہ میں سپاہ کو بڑی محنت و مشقت اٹھانی پڑی مگر آخر کو سپاہ نے حملہ کر کے شہر کو لے لیا
جب شہر میں مسلمان داخل ہوئے تو اُنھوں نے اہل سیف کو قتل کیا اور عورتوں بچوں کو لونڈی غلام بنایا
کابل شاہ قید ہو کر عبدالرحمن کے روبرو آیا۔ اُسنے قتل کا حکم دیا تو وہ مسلمان ہو گیا اور کلمہ پڑھا
پھر عبدالرحمن نے اُسپر نہایت لطف و کرم کیا۔ کابل، زرنج، سجستان سے جو غنیمت اور اسیر ہاتھ لگے تھے
وہ جمع کئے گئے اور ایک پانچواں حصہ اُسکا عبداللہ بن عمر پاس فتحنامہ کے ساتھ بھیجا گیا +
۴۴ھ مہلب بن ابی صفرہ جو خراسان میں بڑا صاحب اقتدار تھا مرو کی طرف سے زابل و کابل
میں آیا اور ہندوستان میں بنا (بنو) اور الاہوار (لاہور) تک پہنچا یہ دونو مقام کابل اور ملتان کے درمیان
واقع ہیں یہاں سے دس بارہ ہزار قیدی خراسان کو لے گیا +

اسی زمانہ میں عباد بن زیاد سجستان کی راہ سے سرحد ہند پر گیا۔ وہ رود بار ہند مند (ہلمند) کی راہ سے چلا اور کش میں آیا اور صحرا کو قطع کر کے وہ قندہار میں آیا۔ اگرچہ یہاں ملک اسنے فتح کر لیا۔ مگر بہت مسلمانوں کی جانیں ضایع ہوئیں +

سنہ ۴۶ھ میں یزید بن معاویہ نے خراسان و سیستان کی حکومت سلیم بن زیاد کو دی جس نے اپنے چھوٹے بھائی یزید بن زیاد کو سیستان میں حاکم مقرر کیا۔ اُسنے سُنا کہ شاہ کابل نے تمرد اختیار کیا اور ابو عبید اللہ بن زیاد کو جو کابل میں حاکم تھا گرفتار کر لیا۔ اُسنے لشکر کو جمع کیا اور اہل کابل سے لڑا مگر شکست پائی۔ اور ایک جمع کثیر مسلمانوں کی قتل ہوئی جب سلیم زیاد کو یہ خبر پہونچی تو اُسنے طلحہ بن عبد اللہ کو کابل بھیجا کہ اُسنے ابو عبد اللہ کو پانچ لاکھ درم دیکر چھڑایا سلیم زیاد نے پھر طلحہ کو سیستان کا حاکم مقرر کیا جس نے لشکر غور و بادغیس کو کابل بھیجا۔ اہالی کابل کو جبر و قہر سے مطیع و منقاد کیا۔ خالد بن عبد اللہ کو وہاں حاکم مقرر کیا۔ مگر پھر اُنکو معزول کیا۔ تو وہ عراق جا نہ سکا ناچار کوہ سلیمان میں جو پشاور اور ملتان کے درمیان میں ہے سکونت اختیار کی اور اپنی بیٹی کسی افغان سے کہ مسلمان ہو گیا تھا بیاہ دی جس سے دو بیٹے لودی اور سور پیدا ہوئے انھیں کے نام سے لودی اور سوری افغان کہلاتے ہیں جنکی سلطنت کا ذکر تاریخ میں آئیگا +

سنہ ۶۴ھ میں کابل کے عبد العزیز حاکم سیستان سے جنگ آرا ہوا۔ اس لڑائی میں کابل کا شاہ شکست پاکر مارا گیا۔ اسکی جانشین کے زمانہ میں بھی لڑائی جاری رہی مگر اُسنے مجبور ہو کر خراج گزاری قبول کی مگر کابلیوں کو ایسے موقع ملتے رہے کہ انھوں نے اپنی کھوئی ہوئی آزادی و ملک کے پھر حاصل کرنے میں کوشش کی سنہ ۷۸ھ میں عبد الملک بن مروان اُمیہ نے عبد اللہ کو حکومت خراسان سے علٰحدہ کر کے حجاج بن یوسف ثقفی کو اسکی جگہ مقرر کیا اور عبد اللہ بن ابی بکر کو سیستان میں بھیجا جب وہ نیم روز میں پہونچا تو حجاج نے اُسے حکم دیا کہ تو سیستان میں پڑا رہے بلا تامل کابل کو روانہ ہو کابل کے راجہ رن بل سے خراج موعود کو وصول کر اور جب تک یہ کل ملک بالکل قبضہ میں آجاے وہاں سے نہ ٹل۔ جب وہ رن بل سے لڑنے کو آیا تو اس مرزبان کابل میں لڑائی کی توانائی نہیں تھی وہ سامنے سے ہٹ گیا اور ایک پیچ یہ کھیلا کہ اس سرزمین میں جتنی تنگ راہیں تھیں اُنکو پتھروں سے

دیواریں جن کر روک دیا۔ اور اس طرح لشکر بیگانہ کی راہوں کو بند کر کے اُنکو نرغہ میں گھیر لیا۔ ان راہونکو
کے بند ہونے سے خورش کی نایابی نے مسلمانونکو تنگ کیا اور اُنکو خوف ہوا کہ اس گھیرے میں
گھرنے سے کہیں قحط سے ہلاک نہ ہو جائیں اسلئے ناگزیر عبد اللہ نے سات ہزار درم جسکے تین لاکھ روپے
سکہ اکبر شاہی کے ہوتے ہیں کابلیونکو دیکر اس بلا سے نجات پائی مگر ایک غیرت مند کہن سال شریح
بن ہانی تھا اس حرکت سے بڑا آشفتہ ہوا۔ اس پیری میں جوانانہ لڑکر جان دیدی۔ جب حجاج کو یہ
خبر پہونچی تو عبد اللہ کو سرزنش کی اور امارت اُس سے چھین لی اور سنہ ۸۰ھ میں عبد الرحمن بن اشعث
کو کابل کے رن بل سے لڑنے کے لئے نامزد کیا اور چالیس ہزار سپاہ اُسکے سپرد کی اور سیستان
اور اُسکی نواح کا حاکم مقرر کیا۔ جب عبد الرحمن کابل میں آیا تو طرز پیش اختیار کی مگر کارشناسی
سے یہ کیا کہ ہر تنگ راہ پر کچھ سپاہی متعین کر دئے پھر جیرہ دستی کر کے غنیمت فراوان حاصل کی۔ مگر اس ملک
کی نگاہداشت کو دشوار کار سمجھا اور بہستان کو چلا گیا۔ حجاج کو یہ بازگشت ناپسند ہوئی اُسکو
عتاب نامہ بڑی لعنت ملامت کا لکھا کہ تمہاری بازگشت کی یہ سزا ہے کہ اس نامہ کے پہونچنے
کے ساتھ ہی تم پھر اس ملک میں جاؤ اور اُسپر تصرف و قبضہ پیدا کرو اور اگر اپنی خود رائی اور
خویشتن دوستی سے حکم کی تعمیل نہ کروگے اور کام کو دوسرے سال پر ٹالوگے تو اپنے تئیں معزول
سمجھو اور اپنی جگہ عمر شاکری اسحٰق بن محمد کو اپنا سردار جانو اور اُس کے احکام کی تعمیل کرو۔
عبد الرحمن نے اپنی زبردستی اور بدگوہری سے سران لشکر کے ساتھ یکتا دلی کر کے حجاج سے
سرتابی کی اور حاکم کابل سے گو وہ دشمن دین تھا آشتی کی اور یہ قرار پایا کہ اگر میں فتحیاب ہوں
تو پھر کسی وجہ سے کابل کو کچھ تکلیف نہ دوں اور خراج و باج سے بری کر دوں اور اگر اس کارزار میں
ناکام رہوں تو تو مجھے پناہ دے اور میری دستگیری کر۔ حجاج اس شورش سے بڑا آشفتہ ہوا۔ اسکی
پہلی لڑائی حجاج کے لشکر سے تستر میں ہوئی جسمیں عبد الرحمن کو فیروزی ہوئی۔ پھر دوسری لڑائی
میں شکست بڑی بے آبروئی کے ساتھ ہوئی وہ بھاگ کر بست میں اپنے گماشتہ کے پاس پناہ کے
لئے گیا۔ اس حسن اندوہ دین دنیا گماشتہ نے اسلئے کہ مجھے حجاج سے تقرب حاصل ہو اُس کو
گرفتار کر کے حجاج کے پاس بھیجنے کا ارادہ کیا۔ مگر مرزبان کابل کو اسکی اطلاع ہوئی اُس نے

تیز دستی کر کے عبدالرحمٰن کو اس بلا سے خلاص کیا اور اپنے ملک میں لے آیا۔ یہ مدد پا کر عبدالرحمٰن پھر
کئی دفعہ لڑا مگر کامیاب نہ ہوا۔ ۸۴ھ میں حجاج نے رن بل راجہ کابل سے ایسی میٹھی میٹھی باتیں بنائیں
اور دلاویز وعدے کئے کہ اُسنے اپنے مہمان کو باندھ کر حجاج پاس روانہ کیا۔ مگر عبدالرحمٰن کی غیرت نے
یہ تقاضا نہ کیا کہ حجاج کے دل کے ارمان پورے ہوں۔ اسلئے ایک بلند پہاڑی سے اپنے تئیں
گرا کر ہستی پر نیستی کو قبول کیا +

۱۰۷ھ میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی خلافت میں اسد بن عبداللہ قشیری حاکم خراسان نے
غور و غرجستان ملک نیمروز و کل کابل کو فتح کیا۔ اور کابل کو اپنا حاکم نشین بنایا۔ خلفاء المہدی
اور الرشید کے عہد میں کابل کے راجہ سے خراج لیا جاتا تھا اور جہاں لوگ مسلمان ہو جاتے تھے وہاں مسلمان
حاکم مقرر ہوتے تھے ۱۵۵ھ-۱۹۳ھ (۷۷۵ء-۸۰۹ء) تک یہی حال رہا جب المامون خراسان کا حاکم مقرر ہوا تو اُس نے راجہ سے
دو چند خراج طلب کیا اور اُسنے کابل کو لے لیا اور وہاں کے راجہ نے اطاعت اختیار کر کے اسلام قبول کیا
خلیفہ مامون کی طرف سے شہر کابل میں ایک مسلمان گماشتہ رہتا تھا۔ خلفاء بنی اُمیہ اور عباسیہ میں یہی
حال رہا پھر ۲۵۶ھ میں خلفاء صفاریہ میں یعقوب بن لیث نے کابل کو فتح کیا۔ اور اس کے مرزبان
کو قید کیا۔ اور شاہ ارزنج کو قتل کیا اور سارا افغانستان مسلمان ہوا۔ وہ یہاں سے بہت غنیمت اور
تین بادشاہوں کے سر اور بہت سے ہندوؤں کے بت لے گیا جنکو اُسنے خلیفہ بغداد کی نذر میں بھیجا +

مسلمانوں کی کابل میں حکومت مستقل یعقوب بن لیث کے زمانہ سے سمجھنی چاہئے۔ اُس کے
نام کے بہت سے سکے جنمیں ۲۶۱ھ ہے پنج شیر (کابل کے شمال مشرق میں) ملتے ہیں آل سامان کے
زمانہ میں اس خاندان کا غلام الپتگین اپنے آقاؤں سے جدا ہو کر غزنین اور کابل پر متصرف ہوا
اور ایک سلطنت مستقل قایم کی۔

فصل دوم خاندان غزنویہ

الپتگین

عبدالملک بن نوح سامانی خاندان کا پانچواں بادشاہ تھا۔ (باب دوم میں آل سامان کی سلطنت
کا حال پڑھو) اوسکا الپتگین ایک ترکی غلام تھا۔ اول اول بادشاہ کو وہ [illegible]

شجاعت دکھا دکھا کر دل خوش کیا کرتا تھا۔ اس خاندان میں یہ دستور تھا کہ غلام امانت کے عہدوں
پر سرافراز ہوتے۔ اور بادشاہوں کے حاجب بنتے تھے
اور اعلیٰ عہدوں پر سرافراز ہوتے۔ دور دور کے صوبوں پر حاکم مقرر ہوتے غرض بڑے
قابل اعتبار وہ سمجھے جاتے۔ بادشاہ نے اس اپنے غلام کی ہوشیاری اور جوانمردی اور دیانت
اور امانت دیکھ کر ۳۵۰ھ ۹۶۱ء میں اُسکو خراسان کا حاکم مقرر کیا۔ جب عبدالملک اس دنیا سے سدھارا
تو امراء بخارا نے قاصد الپتگین پاس بھیجا اور پوچھا کہ آپ کی رائے میں آل سامان میں تخت نشینی
کے لائق کون ہے۔ اُسنے قاصد کو جواب دیا کہ عبدالملک کا بیٹا منصور ابھی نوعمر اور ناتجربہ کار
سلطنت کے لیے سزاوار نہیں البتہ بادشاہی اُسکے چچا پر زیب دیتی ہے۔ ابھی یہ قاصد پیام لیکر
بخارا میں پھرا تھا کہ امراء نے اتفاق کرکے منصور کو تخت شاہی پر بٹھا دیا۔ جب جواب قاصد
لایا تو منصور کو نہایت غصہ آیا۔ فوراً الپتگین کو خراسان کی حکومت سے معزول کرکے دربار میں
بلایا۔ اب اُسکو یہاں آنے میں وہم پیدا ہوا۔ جہان کا اندیشہ دامنگیر ہوا۔ اسمیں شک نہیں اگر وہ
وہ یہاں آتا تو کیا جان کھوتا یا قیدخانہ میں عمر کاٹتا۔ اُسنے منصور کا حکم نہ مانا۔ اور سپاہیانہ
پیچ کھیلا۔ کہ خراسان کو چھوڑا اور اپنے خاصہ کا لشکر تین ہزار غلاموں کا اپنے ہمراہ لیا۔ اور
غزنین کی طرف کوچ کیا۔ اور صحیح سالم وہاں جا پہنچا۔ اور امیر لوک سے غزنین چھین لیا۔ بلخ
اور ہرات اور سیستان جس ملک میں داخل ہوے اُسکو فتح کرلیا اور خود بالاستقلال بادشاہ بنگیا
منصور نے دو دفعہ لشکر الپتگین سے لڑنے کو بھیجا۔ مگر دونو دفعہ مغلوب ہوا۔ یہ خطہ اُسکے ہاتھ
ایسا لگ گیا کہ جسکے قوی ہیکل اور بہادر اور جنگجو باشندے یعنی افغان اُسکے خود مختار بنا دینے
کو کافی تھے۔ گو وہ اُسکے مطیع اور فرماں بردار نہوں مگر لڑے وقت میں ساتھ دینے کو اور
جان لڑانے کو تیار تھے۔ اگرچہ اُسکے ساتھ تین ہزار غلام اُسکے تن کے ہمراہ تھے اور غالباً
اُسی کی طرح ترکی غلام تھے۔ اور کبھی کبھی اس پاس آزاد ترکی سپاہی بھی آتے ہونگے
اور اُسکے ملازم بنتے ہونگے۔ مگر اتنے آدمیوں سے کیا ہوتا ہے۔ بڑا جتھا افغانوں کا تھا جن میں
آپ وہ رہتا تھا۔ گو وہ اُسکے تابع نہ تھے۔ مگر وقت پڑے نوکر ہو جاتے تھے غرض ان

سب کی بدولت اُسنے پندرہ برس تک دولت و اقبال کے ساتھ فرمانروائی کی ۳۵۲ھ میں اپنی موت سے مرگیا

جامع الحکایات میں غزنین لینے کی حکایت لکھی ہے کہ جب الپتگین شہر غزنین کے باہر خیمے لگائے پڑا تھا ۔ اور شہر والوں نے دروازہ بند کر رکھا تھا اور وہاں کسی کو اندر نہ آنے دیتے تھے تو الپتگین نے رعایا پروری اور عدل گستری کا طریقہ ایسا اختیار کیا تھا کہ گویا خود بخود دل اُنکی غلام بنی جاتی تھی ۔ ایک دن اُسنے دیکھا کہ کچھ سوار فتراک میں مرغ باندھے لئے چلے آتے تھے اُسنے سواروں سے پوچھا کہ یہ مرغ تم نہیں زبردستی چھین کر لائے ہو یا قیمت دیکر مول لائے ہو ۔ سواروں نے کہا کہ دام دیکر مرغ مول لیا ہے ۔ الپتگین کو اُنکے کہنے کا یقین نہیں ہوا اُسنے گاؤں کے مقدم کو بلا کر پوچھا ۔ اول مقدم سچ کہنے سے ڈرا مگر الپتگین نے اسے ایسی باتیں کیں کہ اُسنے سچ سچ کہہ دیا کہ حضور یہ ترک گاؤں میں روز جاتے ہیں اور مرغ زبردستی مفت چھین لاتے ہیں ۔ الپتگین نے یہ سنکر حکم دیا کہ یہ سوار چور ہیں وہ قتل کئے جائیں ۔ مگر جب مصاحبوں نے تخفیف سزا کے لئے منت سماجت کی تو اُسنے یہ حکم دیا کہ ان سواروں کے کانوں میں چھید کئے جائیں اور اِن چھیدوں میں مرغ لٹکائے جائیں اور اُنکی ٹانگیں باندھ دی جائیں اور اسطرح اُنکی سارے لشکر میں تشہیر کیجائے ۔ حکم کی تعمیل ہوئی ۔ مرغوں کے پھڑپھڑانے سے سواروں کے چہرے لہولہان ہوگئے ۔ مگر اس انصاف کا اثر اہل غزنین پر ایسا ہوا کہ اُنھوں نے شہر کے دروازے الپتگین کے داخل ہونے کے لئے کھول دیئے ۔ اِس ایک انصاف نے وہ کام کیا کہ ایک سپاہ کی تلوار بھی نہ کرتی +

حکایت الپتگین کے انصاف کی ۔

امیر ناصر الدین سبکتگین

حقیقت میں امیر ناصر الدین سبکتگین ایران کا امیرزادہ اور یزدجرد کی نسل سے تھا مگر وہ الپتگین کا غلام تھا ۔ ناصر ایک سوداگر اُسکو ترکستان سے لایا تھا ۔ الپتگین نے اُسسے خرید لیا تھا ۔ اُسکی فراست ۔ کیاست ۔ شجاعت دیکھکر بتدریج ایسے بلند مرتبے پر پہنچایا کہ لشکر کا سپہ سالار اور دربار کا بڑا اہل کار وہی تھا ۔ وہ اپنے آقا کے ساتھ اکثر لڑائیوں میں ہمراہ رہتا اور داد جوانمردی دیتا ۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ الپتگین نے اپنی بیٹی سے اسکا نکاح کر دیا تھا

اور تخت و تاج کا وارث اُسی ہی مقرر کیا تھا۔ مگر تاریخ فرشتہ میں یوں لکھا ہے کہ الپتگین کا بیٹا ابو اسحٰق تھا۔ اسکو باپ کے مرنے کے بعد سبکتگین بخارا لیکر گیا اور وہاں سے غزنیں کی مسند حکومت دلائی اور سارے ملکی اور مالی کاموں کا خود مختار رہا۔ ابو اسحاق نے ایکسال کی سلطنت کے بعد ۳۶۶ھ میں عقبیٰ کی راہ لی اور اسکے بعد بلکاتگین جو ترکی امیر تھا بادشاہ ہوا وہ عاقل و متقی تھا دو سال سلطنت کرکے وہ بھی اس دنیا سے وداع ہوا۔ بعد اسکے امیر پری کہ بڑا مفسد و ظالم تھا تخت پر بیٹھا۔ اسنے کچھ کچھ کھایا پری کرکے ابو علی لویک پسر شاہ کابل کو اپنی مدد کو بلایا۔ جب وہ چرخ کی حد میں آیا تو امیر سبکتگین نے پانچ سو ترکی سواروں سے چھاپہ مارا اور اسکو قتل کیا اور دس ہاتھی چھین لئے اور انکو غزنیں میں لایا۔ یہ فتح امیر سبکتگین کو حاصل ہوئی اُدہر پری کے ظلم سے لوگ عاجز ہو رہے تھے۔ اسلئے سب امیروں نے متفق ہوکر امیر سبکتگین کو غزنیں کا امیر بنایا۔ اگر امیر بلکاتگین کے آگے نہ ملتی تو سبکتگین غزنیں کا اول امیر شمار ہوتا +

جب امیر سبکتگین مسند حکومت پر بیٹھا تو حصار بست پر امیر طغان متولی ہوا مگر توزکان نے جو اہل ساماں میں تھا قلعہ بست کو غصب کیا۔ اور طغان کو نکال دیا۔ امیر سبکتگین کی درگاہ میں طغان نے التجا کی کہ اگر آپ معاونت کرکے قلعہ بست پر میرا تسلط کرادیں تو میں آپکا عمر بھر خدمتگار اور باج گزار ہونگا۔ امیر نے اُسکی درخواست کو منظور کرلیا اور لشکر بست پر لیجا کر توزکان کو شکست دی اور طغان کو اپنے مقصود پر فائز کیا۔ مگر طغان نے جو وعدے کئے تھے اُنکے ایفا میں تغافل اور تساہل و تعلل کیا اور امیر سبکتگین کو اس کی حرکات و سکنات سے مکر و خدعہ کی علامتیں مشاہدہ ہوئیں ایک دن صحرا میں شکار میں وہ اور امیر سبکتگین ساتھ تھے کہ رستے امیر نے خراج موعود کا تقاضا شدید کیا طغان نے اسکا جواب ناصواب دیا اور تلوار کھینچکر امیر کا ہاتھ مجروح کیا۔ امیر نے زخمی ہاتھ سے تیغ کھینچ کر طغان کے ماری اور دوسرے ہاتھ سے کام تمام کر۔ تا کہ ملازموں نے بیچ بچاؤ کردیا۔ طغان فرصت پاکر کرمان کو ایسا بھاگا کہ پھر اسکو اس ملک کا دیکھنا خواب میں بھی نصیب نہیں ہوا۔ امیر نے بست پر قبضہ کرلیا۔ اس بست کی فتح سے بڑا فائدہ امیر کو یہ ہوا کہ ابوالفتح علی بن محمد جو انواع فنون کے خصوص صنعت و کتابت میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا اور توزکان

وزیر تھا وہ خانہ نشین تھا اُسکو تلاش کرکے بلوایا اور اپنی خدمت میں رکھا اور اُسکو وزیر مقرر
کرنا چاہا مگر اُسنے اِس خیال سے کہ اس پیرانہ سالی میں میرے دشمن اِس منصب عالی سے پیدا
ہونگے عذر کرکے امیر سے علٰحدہ ہو گیا +

قصدار غزنین کے قریب تھا - اِسکا امیر اپنی حصانت قلاع پر مغرور تھا امیر سبکتگین نے
اُسپر لشکر کشی ایسی کی کہ نہ آنکھوں کو سونے دیا نہ بدنکو آرام لینے دیا - لشکر کو بقدر ضرورت
فرصت آرام یا اور امیر قصدار کو اسطرح پکڑ لیا جیسے کہ بھیڑ کو مہمان کے لیے کباب بنانے کیواسطے
پکڑتے ہیں پھر اُسکو اپنے الطاف کریم سے اِس ملک میں اس شرط پر مقرر کردیا کہ مال مقررہ
ہر سال بھیجا کرے - اور خطبہ میں اسکا نام پڑھوایا کرے - جب اِن لڑائیوں سے فراغت ہوئی
تو وہ دیار ہند کی طرف ۳۶۷ھ میں متوجہ ہوا - امیر سبکتگین کی فتوحات ہند کا پیچھے بیان کرینگے
اول یہ بتلاتے ہیں کہ ہندوستان کی فتح میں کیوں توقف ہوا +

باب دوم سے تمکو یہ معلوم ہوگا کہ ہندوکش سے مغرب کی طرف ایشیا میں اور افریقہ
جنوبی یورپ میں اسپین اور پرتگال تک اسلام کے اعلام فتح و ظفر قائم ہو گئے مگر پنجاب میں ایک
چپہ زمین کا قدم کے پنجہ کی برابر بھی مسلمانوں کو نہیں ہاتھ لگا - اتنے عرصہ تک جو توقف ہندوستان
کی فتح میں ہوا اسکا ایک سبب تو یہ تھا کہ ہند میں بعض قومیں بڑی جوانمرد اور دلاور رہتی تھیں
اِس بات کو تم باب سوم میں تاریخ سندھ و سند کو پڑھ کر سمجھ سکتے ہو کہ سندھ کے رجپوتوں نے
مسلمانوں کا کیسا مقابلہ دلیرانہ کیا - اہل عرب ہی کی شجاعت تھی جو اُنکو زیر کیا - دوسرا سبب یہ ہے
کہ ہندوؤں کے راج کا جنگی انتظام ایسا مسلسل تھا کہ وہ بیگانہ حملہ آوروں کو بڑے بکھیڑے میں
پھنسا کر اُنکو کامیاب نہیں ہونے دیتا تھا - ہندوستان کو بندھیاچل پہاڑ نے دو شمالی اور جنوبی
حصوں میں تقسیم کردیا ہے اور اس پہاڑ کے جنگلوں اور پہاڑیوں نے اُتر اور دکن کے درمیان
ایک دیوار کھڑی کردی ہے - بندھیا کے شمال میں تین گروہ ہندوں کے راجا وادیان عظیم میں
راج کرتے تھے - سندھ کے میدانوں اور جمنا کے اوپر کے حصوں میں بالکل ع اہمیت سلطنت کرتے
تھے سنسکرت میں جسکو ملک مدھیا دیش (زمین متوسط) کہتے ہیں وہ برہلوان اجون میں

منقسم تھا اور ان راجوں کے راجاؤں کا مہاراج قنوج کا مہاراجہ تھا - دریاے گنگ کے زیریں وادی
میں پہاڑ سے نیچے بدھ مذہب کے راجہ پال کے خاندان کے راج کرتے تھے بنارس بنگال کے تمام
ملک انھیں کی قلمرو میں تھا - اب ہندھیا کے دکن میں شرقی اور بیچ کے اضلاع میں نرہبی جنگ
اور تند خو پہاڑی قومیں بستی تھیں مغربی انتہا میں بمبئی کے ساحل کی طرف مالوہ کی ریاست
ہندؤں کی تھی جسکا راجہ بکرماجیت ہندو راجاؤں کا آفتاب مشہور ہے - اسکا زمانہ علم و فضل کا
شہرہ آفاق ہے - اس ریاست کے جاگیردار بڑے جنگجو دلیر تھے ہندوستان میں بندھیاچل
کے دکن میں بڑے بڑے راجہ بیخاش جو سپاہی ہتے تھے کہ وہ آریا قوم میں سے نہ تھے انکے
تین گروہ تھے - چیرا - چولا - پانڈیا یہ بھی اس ملک میں بادشاہی کرتے تھے +

ان راجوں کے مجموعہ کا گروہ خواہ وہ اتر میں ہو یا دکن میں آپس میں اتفاق کرکے بیگانہ
حملہ آوروں کے مقابلہ کرنے کی قوت پیدا کر لیتا تھا اور جیسے کئی گروہ اور ان کی افراد متفق ہوجاتی
تھیں تو انکا فتح کرکے مغلوب کرنا اور بھی تکان اور محنت و مشقت کا کام ہوجاتا تھا -
اگر ان گروہوں کے مجموعہ پر فتح بھی حاصل کر لی جاتی تھی تو پھر ہر گروہ سے اور ہر گروہ کی
افراد سے جدا جدا لڑنا پڑتا تھا - پھر بعد فتح کے بھی ہر راج میں سرکشی و گردن کشی کا
مادہ موجود رہتا تھا یہی سبب ہے کہ سندھ میں باوجود سخت سعی و کوشش کے مسلمانوں کی
سلطنت کی ترقی بڑی آہستہ آہستہ ہوئی تین صدی بعد شمال و مغرب سے دو بڑے زبردست
حملہ آوروں کی سعی سے ۹۷۷ء و ۱۱۷۶ء کر درمیان پنجاب کے سرحدی حصہ پر مسلمانوں کی حکومت
قائم ہوئی اور ۱۵۶۵ء میں تالی کوٹ کی فتح سے دکن میں مسلمانوں کو مستقل حکومت ہوئی
اور پھر سو برس کے بعد ۱۶۵۰ء میں ہندوؤں کی قوم مرہٹہ نے وہ سر اٹھایا کہ سلطنت مغلیہ کو ہندوستان
میں خاک میں ملا دیا شمالی ہند میں بھی شہنشاہ اکبر کے عہد میں مسلمانوں کی سلطنت پوچھیے تو
اچھی طرح قائم ہوئی ورنہ ہندو اپنی سلطنت کے لئے اکثر مسلمانوں سے لڑتے رہے +

جب بت و قصدار کی فتوح سے امیر سبکتگین کو فرصت ملی تو دیار ہند کی طرف ۹۷۷ء میں توجہ
ہوئی اور ہند کے چند قلعے ایسے فتح کیئے کہ جہاں اہل اسلام کے گھوڑوں کے سم نہ او نٹوں کے

امیر سبکتگین کی دیار ہند کی طرف توجہ

قدم بھرے تھے ان قلعوں میں جا بجا مساجد بناکر اور تاخت و تاراج سے جو غنائم ہاتھ لگیں اُن کو لیکر غزنین کیطرف مراجعت کی ہندوستان میں اسوقت راجہ جے پال راجہ تھا - ولایت لاہور سے لیکر لمغان تک اور کشمیر سے ملتان تک اُسکی قلمرو تھی بھٹنڈہ میں مقام اسلئے کیا تھا کہ اہل اسلام کو آگے بڑھنے سے روکے جب اُسنے سُنا اور دیکھا کہ مجاہدین اسلام اُسکے ملک پر دست درازیاں کرتے ہیں اور اُن کی ہمسائگی ذات الجنب ہے - اسے جان و مال کا خطر ہے تو نہایت مضطرب و بیقرار ہوکر چارہ جوئی جنگ جوئی میں اسنے دیکھی - لشکر اور ہاتھی جمع کرکے لمغان کے میدان میں مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوا یہ لمغان کا میدان کابل اور پشاور کے درمیان واقع ہے - امیر سبکتگین نے غزنین سے جنبش کرکے خیمے ڈیرے اسی میدان میں جمائے - دونو لشکروں میں چند روز تک کارزار میں خوب ہتھ چلے

جے پال اور سبکتگین کی لڑائی +

مگر کوئی غالب مغلوب نہیں معلوم ہوتا تھا - اس لڑائی میں محمود غزنوی بھی اپنے باپ کے ساتھ شریک تھا اور طفلی میں وہ جوانمردی کے کام کرتا تھا کہ بڑے بڑے سورما بہادروں کی عقل اسمیں حیران تھی - یہ ہنگامہ رزم گرم تھا کہ ایک از غیبی گولہ سر آکر پڑا یعنی وہ باد و باراں کا طوفان آیا کہ دن کی رات ہوگئی اور وہ برف شدت سے پڑی اور سردی چمکی کہ خون سرد ہوکر رگوں میں جم گئے - مسلمان اُسکے عادی تھے مگر بیچارے ہندوؤں نے اس سردی کی آفت کبھی اُٹھائی نہ تھی ہزاروں سپاہی اور جانور اکڑ گئے - سیکڑوں کے ہاتھ پاؤں رہ گئے - یہ وہی میدان ہے جہاں سردی کے ہاتھوں سے یہی تکالیف ہندنے انگریزی افسروں کے ماتحت نو سو برس بعد اٹھائی - ایک کہانی مشہور ہے کہ ان پہاڑوں میں ایک چشمہ تھا کہ جب اُسمیں کوئی ناپاک چیز ڈالتے تھے تو اتنی برف پڑتی تھی کہ شہر کے شہر دب جاتے ہیں اس چشمہ کی خبر ایک بڑھیا نے امیر کو دی تھی جسنے اسمیں نجاست ڈلواکر یہ پاک کام کیا تھا - گو اسکی اصل کچھ نہ تھی مگر ہندوؤں کے ڈرانے کے واسطے یہ ڈھکوسلا بھی بڑے کام کا تھا غرض اب سارے لشکر میں جاڑے کی دہائی پڑگئی جے پال نے لاچار ہوکر سبکتگین پاس پیغام صلح بھیجا سبکتگین صلح پر راضی تھا مگر محمود کہ جوانی کے زوروں میں بھرا ہوا تھا اس صلح کا مانع ہوا اسلئے یہ کام صلح کا کھٹائی میں پڑ گیا پھر جے پال نے ایک اپنا ایلچی محمود پاس بھیجا - اور یہ لکھا کہ آپ کو معلوم رہے کہ راجپوتوں کا ایک دستور ہے کہ مایوسی اور اضطراب کی حالت میں جب دیکھتے ہیں

سننے میں کوئی راہ گریز دشمن سے نہیں رہی۔ تو جو کچھ اُن پاس نقد و جنس ہوتا ہے اُسکو آگ میں
جھونکتے ہیں ہاتھی گھوڑوں اور مویشی کو اندھا کرتے ہیں غرض کوئی چیز سلامت نہیں رکھتے
اہل و عیال کو آگ میں ڈالتے ہیں پھر ایک دوسرے سے وداع ہوتے ہیں اور دشمن سے یہانتک
لڑتے ہیں کہ سب کے سب مر کر خاک میں ملجاتے ہیں اسی کو دین دُنیا کی سرخروئی جانتے ہیں خوب
سمجھ لو کہ اگر تمھارے لشکر کے لوگونکو ہماری طرح صلح کرنے نہیں دیتی تو یہ کر دکھائینگے پھر
تم پچھتاؤ گے۔ نقد و جنس کی جگہ راکھ کا ڈھیر پاؤ گے قیدیوں اور غلاموں کے عوض میں کچھ جلی ہوئی
ہڈیاں مردونکی دیکھیگے۔ ہاتھیونکی جگہ کیچڑ اور پتھر پاؤ گے غرض تمکو لڑائی کی صورت میں خاکستر کے
سوا کچھ خاک ہاتھ نہ آئیگا اگر صلح کر لوگے تو ہم پر بہت دیا کروگے۔ اب محمود نے بھی کہا کہ ہندوؤں کو
مایوس کرنا اچھا نہیں معلوم نہیں آگے کیا ہو۔ غرض باپ بیٹے دونو صلح پر راضی ہوئے۔ راجہ نے اپنے
معتبر رشتہ دار اور عزیز یہاں سبکتگین پاس چھوڑے۔ اور امیر کے معتمد ساتھ لیکر اپنی
دار السلطنت میں جاکر جو عہدنامے کے ہاتھی گھوڑے مال دولت حوالہ کرے۔ باوجودیکہ
جیپال نے یہ تباہی وہاں اُٹھائی تھی۔ اور خراج دینے کے وعدے پر رہائی پائی تھی۔ مگر لاہور
میں جب پہنچا سب قول و قرار بھول گیا۔ خراج نہ بھیجا۔ سبکتگین کے آدمیونکو قید کر لیا اور کہنے لگا
جبتک امیر میرے آدمیونکو نہ چھوڑیگا میں ہرگز اُسکے آدمیونکو نہ چھوڑونگا۔ اُس وقت میں دستور تھا
کہ راجہ کے دربار میں برہمن پنڈت اور چھتریونکے سردار کھڑے ہوتے تھے۔ اور مہمات اور معاملات
ملکی میں رائے دیتے تھے چھتریونکو راجہ کی یہ حرکت ناپسند آئی اُنھوں نے عرض کیا کہ مردونکو بات
پاس چاہیئے۔ بچن کا توڑنا ایسا پاپ ہے کہ بیٹا گھوڑی پر چڑھ کر گردن دباتی ہے۔ اس حرکت ناروا
سے باز آئیے اور خراج امیر کا بھجوا دیجئے۔ مگر پنڈت صاحبوں نے نہ برف و باراں کی سردی
دیکھی تھی۔ نہ تلواروں کی آنچ کے نیچے آئے تھے۔ اُنھوں نے یہ صلاح دی کہ راجہ کا جگت میں منہ
کالا ہو جائیگا اگر خراج بھجوائیگا۔ شامت اعمال سے یہی صلاح جیپال کو بھی پسند آئی جب
اِس معاملہ کی خبر سبکتگین کو پہنچی اول اُسکو یقین نہ آیا۔ یہ سمجھا کہ یہ خبر ہوائی ہے۔ اور یونہی
لوگونے اڑائی ہے۔ مگر جب متواتر یہی خبر کان میں آئی تو اُسکو یہ امر نہایت شاق معلوم ہوا

اِس بدعہدی کے انتقام لینے کے واسطے لشکروں کو جمع کیا اور ایک دریا کی طرح اُمڈا ہو ہندستان پر چڑھ آیا۔ اور سرحدی مقامات پر ایک آفت برسادی اور تباہی پھیر دیا +

جب جے پال کو یہ خبر پہونچی تو اُسنے دلی اجمیر کالنجر قنوج کے راجاؤں کو چٹھیاں لکھیں کہ سبکتگین اِس طرح پنجاب پر چڑھا ہے۔ پنجاب ہی ہمیشہ سے سب بھائیوں کا سپر بنا ہے۔ اب مناسب ہے کہ ہم سب ملکر اِس لشکر کو روکیں نہیں وہ سارے ملک میں تباہی پھیر دیگا۔ غرض ان سب راجاؤں نے اپنا انتخابی لشکر بہت سے مال اور خزانہ کے ساتھ جے پال پاس بھیجدیا۔ اور یہ جان لیا کہ ہماری عزت اور آبرو سلطنت کی بقا جے پال کی جیت پر موقوف ہے۔ اسلیئے اعانت اور معاونت کا کوئی وقیقہ فروگذاشت نکیا وہ ایک لاکھ سوار اور پیادے بیشمار سندھ کے پار لگیا اور لمغان کے میدان میں امیر سبکتگین کے لشکر کے سامنے ڈیرے خیمے ڈال دئے۔ امیر سبکتگین دشمنوں کی کیفیت اور کمیت دیکھنے کے واسطے ایک ٹیکری پر کھڑا ہوا۔ وہاں دیکھتا ہے کہ جہانتک نظر کام کرتی ہے لشکر ہی لشکر دکھائی دیتا ہے۔ مگر اِس سے اُسکو کچھہ ہراس نہ ہوا۔ اور سمجھا یہ سب بھیڑیں ہیں میں قصاب ہوں یہ کلنگوں کی قطاریں ہیں اور میں شاہین ہوں۔ اب اُسنے سب سرداروں کو بلایا اور جہاد کا وعظ سنایا اور سب سے زیادہ عمدہ تدبیر لڑائی میں یہ کام میں لایا کہ پانچ پانچ سو سوار وں کا غول ایک ایک افسر کے نیچے مقرر کیا اور حکم دیا کہ باری باری سے لڑیں ایک غول لڑائی کے میدان میں جائے جب تھک جائے تو واپس آجائے اور دوسرا تازہ دم اُسکی جگہ جائے۔ یہ حکمت اُسکی ایسی کارگر ہوئی کہ ہندوں کے لشکر میں باوجود کثرت کے ضعف معلوم ہوا۔ اور جب اُنکے پیر اُکھڑے تو سارے لشکر نے دفعتاً حملہ کیا۔ اور ہزاروں کو مار ڈالا۔ اور سبکو بھگا دیا۔ اٹک تک اُنکا تعاقب کیا لشکر اسلام غنیمت سے مالامال ہوگیا۔ گرد و نواح کے پرگنوں سے جو لاہور کی سلطنت میں داخل تھے بہت سا محصول وصول ہوا راجہ کے ملک پر دریا اٹک تک قبضہ اور تصرف کیا۔ اور پشاور میں دس ہزار سپاہیوں کو ایک افسر کے ماتحت چھوڑا۔

ان لڑائیوں کے بعد لمغان کے افغان اور خلجی بھی امیر سبکتگین کے مطیع ہوگئے اور اُس کی سپاہ میں بھرتی ہوگئے۔ ان مہمات کے بعد امیر اپنی ریاست کے انتظام میں مصروف ہوا +

اسی زمانہ میں کہ ہندوستان میں امیر سبکتگین کو یہ فتوح حاصل ہوئیں امیر نوح بن منصور سامانی نے ابونصر فارسی
کو امیر سبکتگین پاس بھیجا کہ فائق امیر بخارا نے جو خرابیاں اسکے ملک میں مچا رکھی ہیں اس سے مطلع کرے اور
اور معاونت کی درخواست کرے آل سامان کی اس سامانی کا حال سن کر سبکتگین کی رگ حمیت حرکت میں آئی
اور وہ فوراً ماوراء النہر کو روانہ ہوا۔ امیر نوح بھی ولایت سرخس میں پیشوائی اور استقبال کے لئے آیا
امیر سبکتگین نے ملاقات سے پہلے یہ التماس امیر نوح سے کی کہ ضعف پیری کے سبب سے مجھے گھوڑے پر سے اترنے
اور رکاب پر بوسہ دینے سے معاف فرما۔ امیر نوح نے اسکی التماس کو قبول کیا۔ مگر جب امیر سبکتگین کی
نظر امیر نوح کے طلعت پر پڑی تو ہیبت شاہی نے بے اختیار اسکو گھوڑے سے اتروایا اور رکاب پر بوسہ
دلوایا۔ امیر نوح اس سے بہت خوش ہو کر گلے ملا غرض ان دونو سعادتمندوں کے ملنے سے خاص و عام کے
دلونکو راحت ہوئی۔ اور ایک جلسہ صحبت بے نظیر منعقد ہوا۔ بعد فراغت ضیافت و مجالست کے انتظام
امور مملکت میں گفتگو ہو کر یہ قرار پایا کہ امیر سبکتگین غزنین جائے اور سپاہ کو تیار کر کے لائے۔ وہ غزنین کو
روانہ ہوا اور امیر نوح بخارا کو گیا۔ جب فائق کو جو امیر بوعلی سیمجوری کے پاس پناہ لئے گیا تھا یہ اطلاع ہوئی
تو اسنے اپنے خواص سے مشورہ کیا کہ اگر کام بگڑے تو کہاں پناہ لینی چاہیئے یہ قرار پایا کہ فخر الدولہ دیلمی کے
پاس پناہ لینی چاہیئے کہ اس سے رشتہ اتحاد و وداد مستحکم ہے۔ اس اثناء میں امیر سبکتگین بلخ میں آیا اور امیر نوح
بخارا سے چلکر اسے ملا۔ فائق اور امیر ابوعلی سیمجوری لشکر گراں لیکر روانہ ہوئے اور ہرات کے پاس
میدان میں لڑائی ہوئی امیر سبکتگین نے دشمنوں کو شکست دی اور انکو بے سر و سامان بھگا دیا۔ فائق
اور امیر بوعلی سیمجوری بھاگ کر نیشاپور میں گئے۔ اس فتح کے صلہ میں امیر نوح نے سبکتگین کو ناصر الدین
کے خطاب سے اور سلطان محمود کو سیف الدولہ کے لقب سے مشرف کیا اور منصب امیر الامرائی کا
جو ابوعلی سیمجوری کو عطا ہوا تھا وہ سیف الدولہ کو دیا گیا اور امیر نوح کامیاب و کامراں بخارا کو
روانہ ہوا اور ناصر الدین سبکتگین غزنین میں آیا اور سیف الدولہ سلطان محمود تنہا نیشاپور میں رہا
جب امیر بوعلی اور فائق نے سلطان محمود کو تنہا دیکھا تو پہلے اس سے کہ اسکے باپ پاس سے کمک آئے اسسے
لڑائی کا قصد کیا۔ اور اس پر فتح حاصل کر لی جب امیر سبکتگین کو اسکی خبر ہوئی وہ سپاہ کو لیکر
نیشاپور میں پہنچا۔ اور حوالی طوس میں امیر بوعلی اور فائق سے لڑائی ہوئی امیر سبکتگین نے پھر ان

دونوکو شکست فاحش دی مگر بو علی سمجوری اور فائق جان سلامت لیکر گئے اور قلعہ کلات میں چلے گئے
اس فتح کے بعد امیر ناصر الدین سبکتگین مسند فرمانروائی پر فراغت کے ساتھ متمکن ہوا۔ فائق خاں بغرا خاں کے
جانشین ایلک خاں پاس چلا گیا اور اس ایلک خان کے دباؤ و زور سے نوح اور فائق میں
صفائی ہوگئی اور وہ ثمر قند کا حاکم مقرر ہوا جب نوح نے انتقال کیا تو ایلک خاں نے بخارا پر حملہ
کیا اور فائق حاکم ثمرقند اسکا ممد و معاون ہوا اور اُسنے بادشاہ منصور ثانی کو اس بات پر
مجبور کیا کہ تمام اختیارات سلطنت کے فائق کو تفویض کر دے +
روضۃ الصفا میں سبکتگین کی خصائل کو اسطرح بیان کیا ہی کہ آئین سلطنت و بادشاہی میں
آراستہ اور کوشش میں شیر کی مانند بالکل عفیف بخشش میں مثل ابر بہمہ کرم۔ ہنگام داد و دہش با
قوی اور ضعیف پر اور آفتاب کی مانند درخشندہ وضیع و شریف پر۔ ہمت میں دریا کہ داد و دہش میں
کاہش سے ہنیں ڈرتا تھا تہور میں سیل کہ نشیب و فراز سے کچھہ پرہیز نہ تھا ظلمت حوادث میں اسکی
رائے روشن ستارہ کی طرح رہنما۔ اسکی تلوار مستاصل اعدا میں قضا کی مانند گرہ کشا اسکی شمائل
میں نجابت و شہامت ہیدا اسکی حرکت و سکون میں دلائل یمن و سعادت ہویدا +
شعبان ۳۸۷ھ میں حدود بلخ کے اندر ترمذ میں سبکتگین کے سر پر موت نے اپنا گھوڑا دوڑایا۔ اسکی عمر
۵۶ برس کی تھی اسکا جنازہ عماری میں غزنین گیا اور وہاں دفن ہوا۔ اسنے بیس سال حکومت
کی اور اسکی اولاد میں چودہ بادشاہ ہوئے جو لاہور اور اُسکی نواح پر متصرف و متسلط ہوئے۔
اس امیر کا وزیر ابو العباس فضل بن احمد سفرائینی تھا ضبط امور مملکت اور سرانجام مہام سپاہ و
رعیت میں کمال رکھتا تھا +
امیر سبکتگین اپنی موت سے چار روز پہلے شیخ ابو الفتح بستی سے یہ کہتا تھا کہ ہمارا اور ہمارے
اعراض و امراض کا حال بعینہ قصاب و بھیڑ و بکا سا ہی۔ جب بھیڑ کو پہلے پہل گھسنے تلے قصائی باندھتا ہے تو
وہ بیچین ہوکر تڑپتی ہی۔ مگر جب وہ اوُن کتر کر چھوڑ دیتا ہے تو پھر اچھلنے کودنے لگتی ہی جب
یہی نوبت دو چار دفعہ اسپر گذرتی ہی تو وہ قصائی سے بیخوف و خطر ہو جاتی ہے۔ جب اُس کو
ذبح کرنے کے لئے وہ لیتا ہی تو یہ جانتی ہے کہ اون کتر کر تھوڑی دیر میں وہ مجھے چھوڑ دیگا

خصائل و وفات امیر سبکتگین

لیکن وہ چھری پھیر کر جان نکال لیتا ہے بس اسی طرح انسان بار بار بیمار ہو کر اچھا ہو جاتا ہے تو مرض الموت میں بھی صحت کی امید پر مسرور اور اس سے غافل ہوتا ہے کہ موت جان شیریں کو باد فنا میں اُڑا دیتی ہے ؎

دو ایک حکایتیں لکھتے ہیں گو وہ پایۂ تاریخ سے ساقط ہیں مگر ایشیائی مورخوں کی ان میں انسانیت اور آدمیت پائی جاتی ہے کہ وہ کسطرح تاریخ سے حسن اخلاق کی تعلیم کرتے ہیں۔ مشرقی ملکوں میں تاریخی واقعات سے ایسا اثر دل پر نہیں ہوتا جیسے ان حکایات سے جنکو مغربی ملکوں میں بالکل لغو و بیہودہ اور مشرقی بک بک کہتے ہیں۔ تاریخ بیہقی میں یہ حکایت سبکتگین اور اُس کے آقا کی لکھی ہے کہ جب امیر سبکتگین بخارا کو جاتا تھا تو راہ میں منزل خاکستر میں وہ فروکش ہوا اور یہاں صدقہ و خیرات میں بہت کچھ روپیہ دیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر پانچ چھہ آدمیوں سے ایک جگہ کو کھودنے کے لئے حکم دیا جب انہوں نے کھودا تو ایک لوہے کی میخ نکلی۔ امیر سبکتگین نے اُسے دیکھا اور گھوڑے پر سے اُترا اور بہت رویا اور جائے نماز منگا کر دوگانہ شکر الٰہی ادا کیا جب لوگوں نے اِس حال کا سبب پوچھا تو اُسنے کہا کہ یہ قصہ نادر سُنو کہ حسن آقا کی میں ملک میں تہا مجھے اور بارہ اور غلاموں کو جو میرے ہمراہ تھے جیحوں سے پار اُتار کر شہر قان میں وہ لے گیا اور اس جگہ سے گور کانان میں لایا۔ یہاں کے بادشاہ نے سات غلام خریدے اور مجھے اور پانچ اور غلاموں کو نہ خریدا۔ پھر نشاپور کی راہ میں مرو رود اور سرخس میں چار غلام اور اُسنے بیچے اور میں اور ایک اور غلام باقی رہ گئے مجھے سبکتگین دراز کہتے تھے۔ اور اتفاق سے میرے آقا کے تین گھوڑے میری ران کے نیچے زخمی ہو چکے تھے جب میں یہاں خاکستر میں آیا تو میرا گھوڑا زخمی ہو گیا۔ اس پر میرے آقا نے مجھے بہت مارا اور زین کو میری گردن پر رکھا اور قسم کھائی تھی کہ نشاپور میں جو کچھ تیری قیمت ملیگی میں وہیں بیچ ڈالونگا۔ اسی غم میں میں سو گیا کہ حضرت خضر کی زیارت ہوئی اُنہوں نے مجھے بشارت دی کہ تو بڑا نامور بادشاہ ہوگا جب پھر اس سرزمین پر آئیگا تو تیرے ساتھ بہت سا لشکر ہوگا اور تو اُسکا سردار ہوگا تو غم نہ کر شاد ہو جب پایگاہ بلند تجھکو نصیب ہو تو خلق خدا کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنا۔ میں نے اُٹھ کر غسل کیا اور پچاس رکعت نماز پڑھی۔ اور اس میخ کو ایک

یہاں نشانی کے لیے بین گاڑ گیا صبح میرے آقا نے سفر کیا۔ مجھے یہ میخ مانگی جب میں نہ دے سکا تو اُسنے تازیانوں سے مجھے خوب مارا اور پھر سخت قسم کھائی کہ جو قیمت تیری ملیگی وہ لیکر تجھے بیچ ڈالوں گا۔ نیشاپور تک دو منزل پیادہ پا چلایا۔ وہاں البتگین نے مجھے اور میرے دو یاروں کو خرید لیا۔ جس سے میں اس درجہ پر پہونچا کہ تم دیکھتے ہو۔

جامع الحکایات میں یہ حکایت لکھی ہے کہ نیشاپور میں جب البتگین کی خدمت میں سبکتگین رہتا تھا تو اس پاس ایک گھوڑے کے سوا کچھ اور نہ تھا۔ وہ سارے دن جنگلوں میں پھرتا اور شکار کھیلتا۔ ایک دن اُسنے دیکھا کہ ہرنی اپنے بچے کے ساتھ چر رہی ہے۔ اُسنے گھوڑا دوڑا کے اس بچہ کو پکڑ لیا اور خوش خوش لیکر چلا۔ ہرنی نے بھی گھوڑے کا پیچھا لیا۔ اُسنے جو مڑ کر پیچھے دیکھا کہ ہرنی اپنے بچے کے پیچھے حیران پریشان چلی آتی ہے تو اُسنے ترس کھا کر بچہ کو چھوڑ دیا۔ ہرنی اپنے بچے کے چھوٹنے سے خوش خوش جنگل میں جاتی تھی اور امیر کو بھی مڑ مڑ کر دیکھتی جاتی تھی۔ اسی رات کو امیر رسول خدا کی زیارت ہوئی جنہوں نے یہ فرمایا کہ ای امیر ناصر الدین تو نے ایک بیچارے بے کس بے بس پریشاں حال جانور پر شفقت کی خدا نے تجھہ پر یہ مرحمت کی کہ اپنے دیوان میں منشور سلطنت تیرے نام لکھوایا۔ تجھکو چاہیے کہ عام خلائق کے ساتھ بھی یہی شیوہ جاری رکھے اور صفت شفقت کو کسی حال میں نہ چھوڑے اسمیں سعادت دارین ہے۔ اکثر تاریخوں میں یہ حکایت بھی لکھی ہے کہ امیر ناصر الدین سبکتگین نے خواب میں دیکھا کہ اُسکے گھر میں آتشدان سے ایک درخت ظاہر ہوا اور ایسا بڑھا کہ اُسکے سایہ میں ایک خلق بیٹھہ سکتی تھی جب امیر جاگا اور خواب کی تعبیر سوچ رہا تھا کہ محمود کے پیدا ہونے کی بشارت اُسنے سُنی اس سے وہ بہت خوش ہوا کہ یہ میرا خواب محمود الابتدا اور مسعود الانتہا ہے۔ اس فرزند کا نام محمود رکھا۔ کہتے ہیں کہ سلطان محمود کا طالع حسب منشا سلطنت کا طالع کے ساتھہ موافق تھا+ ہمیشہ سے ایشیائی مورخ ان خوابوں شگونوں طالعوں کو تاریخ کا ایک دلکش جزو سمجھتے ہیں۔ مگر فرنگستانی انکو بالکل تاریخی پایہ اعتبار سے ساقط جانتے ہیں مثل مشہور ہے کہ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ محمود پر یہ مثل صادق آتی تھی وہ لڑکپن ہی سے ہونہار معلوم ہوتا تھا۔ نو عمری میں باپ کے ساتھہ مہمات میں جاتا اور وہ آگے قدم بڑھاتا

محمود غزنوی کی پیدائش+

سلطنت امیر اسمعیل بن سبکتگین

ہاتھہ مارتا کہ پرانے تجربے کار سپہ سالار دیکھتے ہی رہ جاتے۔ ایام طفلی میں سبق اُسنے خوب سیکھہ لیا تھا کہ زابلستان یعنی کوہستانی ملک جو غزنین کے گرد ہے اُسکے پہاڑی باشندوں سے ہندوں کے راجاؤنکے بڑے بڑے لشکروں کو بھگا دینا کوئی بات نہیں لڑکپن میں ایک باغ دلکشا لگوایا۔ اور مکان روح افزا بنوایا۔ ایک دن وہاں بڑا جشن کیا۔ اور سید بزرگوار اور امرا نامدار کو بلایا باپ نے باغ اور مکان دیکھہ کر پسند فرمایا اور یہ ارشاد کیا کہ ایسے باغ اور مکان تو اور بھی امیر بنوا سکتے ہیں تجھکو وہ عمارت تعمیر کرنی چاہیے کہ جسکی برابری کوئی دوسرا نہ کر سکے محمود نے پوچھا ای حضرت ایسی عمارت کونسی ہے اُسنے جواب دیا کہ وہ اہل علم و فضل کے دلوں کی تعمیر ہی جو کوئی نہال احسان انکے زمین دل میں لگائیگا اُسکا ثمر ہمیشہ پائیگا۔ یہ نصیحت کی بات محمود کو ہمیشہ یاد رہی۔

امیر سبکتگین کا جب انتقال ہوا تو محمود کی عمر تیس برس کی تھی۔ اور وہ اسوقت نیشاپور میں تھا۔ امیر اسمعیل اُسکا چھوٹا بھائی باپ کے پاس تھا بعض مورخ یہ کہتے ہیں کہ اُسنے میدان خالی پاکر تاج شاہی سر پر رکھا۔ مگر بعض کا یہ قول ہی کہ باپ کی وصیت کے موافق وہ قبۃ الاسلام بلخ میں تخت پر بیٹھا۔ الحاصل وہی بادشاہ ہوا اور خزانہ شاہی کا مالک ہوا۔ سپاہ کی دلجوئی اور امرا کی خاطر داری میں خزانوں کے منہ کھولدیے مقصود اسمیں یہ تھا کہ سب کے دل میں اُسکی جگہہ ہو۔ اور محمود کی طرف سے اُنکا دل برگشتہ ہو۔ مگر اس وعا باز سپاہ اور امرا نے نا انصاف وہ دامن طمع دراز کیا کہ جسکا پر ہونا محال تھا۔ یہ سب حال جب محمود کو نیشاپور میں معلوم ہوا۔ تو اُسنے بھائی پاس ایک تعزیت نامہ لکھکر ابو الحسن جموی کے ہاتھہ بھیجا جسکا مضمون یہ تھا کہ امیر سبکتگین میرا تمہارا پشت پناہ اس دنیا سے رخصت ہوا ای برادر عزیز مجھے دنیا میں کوئی چیز تجھسے زیادہ عزیز نہیں ہی اگر تیری عمر بڑی ہوتی اور تو زمانہ کا تجربہ کار ہوتا امور سلطنت کے دقائق سے اور ثبات ملک و دولت کے قواعد سے ماہر ہوتا تو میری عین آرزو ہوتی کہ تو تخت پر بیٹھے۔ باپ نے جو تجھکو اپنا جانشین کیا وہ مصلحت ملکی تھی اگر تخت خالی رہتا معلوم نہیں کیا فساد برپا ہوتا اور میں پاس تھا اسلیے تخت پر بٹھا دیا اب انصاف کی نظر سے تامل کر اور شریعت غرا کے بموجب دولت اور ملک کو تقسیم کر دار السلطنت میرے حوالہ کر بلخ خراسان کا ملک تیرے لیے صاف کئے دیتا ہوں اگر امیر اسمعیل نے یہ منصفانہ کلام بھائی کا نہ سُنا

ناچار محمود نے سوا لڑائی کے کوئی چارہ نہ دیکھا۔ نیشاپور اور غزنیں سے دونوں بھائی بارادہ جنگ چلے۔ ہر چند بعض امیروں نے چاہا کہ اسمٰعیل بھائی کا کہنا مان جائے اور لڑائی نہ ہو۔ مگر یہ بات بن نہ پڑی۔ دونو بھائیوں میں ایک سخت لڑائی ہوئی۔ بقسمت محمود ہاتھ رہا۔ غزنیں فتح ہو گیا۔ اسمٰعیل گرفتار ہوا۔ ایک دن محمود نے بھائی سے باتوں باتوں میں پوچھا کہ اگر تو مجھ پر ظفریاب ہوتا تو میرا کیا حال کرتا۔ اُس نے جواب دیا کہ کسی قلعہ میں تجھے بند کرتا مگر تیرے لئے آرام اور آسائش کا سب اسباب مہیا کرتا۔ اسوقت تو اس بات کو محمود نے ٹال دیا مگر پھر اسمٰعیل کو جرجان کے قلعہ میں قید کیا اور سب چین اور آرام کا اسباب اُسکے لئے تیار کر دیا۔ ساری زندگی قید میں بسر ہوئی +

جب سلطان محمود کو بھائی کی لڑائی سے فراغت ملی تو وہ بلخ کی طرف متوجہ ہوا اُسکی وجہ یہ بھی کہ وہ خراسان میں امیر الامرائی کا منصب آل سامان کی طرف سے رکھتا تھا وہ امیر منصور نے بکتوزون کو تفویض کر دیا تھا۔ سلطان محمود نے بخارا میں امیر منصور کے پاس ایلچی بھیجا اور اپنی رنجش کا اظہار کیا۔ امیر نے یہ جواب دیا کہ بلخ و ہرات و ترمذ کی امارت تم کو دی گئی اور بکتوزون کو خراسان کی۔ وہ بھی ہماری دولت کا بندہ ہے اُسکو معزول کرنا مناسب نہیں۔ سلطان نے ابوالحسن حموی کو بہت سے تبرکات اور تحائف دیکر بخارا بھیجا اور امیر منصور سے یہ پیغام کیا کہ مجھے ایسی توقع ہے کہ آپ کی اور میری دوستی کا سرچشمہ بے التفاتی کی خس و خاشاک سے مکدر اور تیرہ نہیں ہوگا اور میرے حقوق اور میرے باپ کے حقوق آل سامان پر ہیں جو ضائع نہیں جاوینگے اور رشتہ الفت گسستہ نہ ہوگا اور بنائے متابعت و مطاوعت منہدم نہیں ہوگی جب ابوالحسن حموی بخارا میں پہنچا تو امیر منصور نے اُسکو منصب وزارت کی نوید سنائی۔ وہ تو سفارت کو چھوڑ اپنی وزارت کے شغل میں مصروف ہوا پیغام کے جواب کی طرف اصلا متوجہ نہ ہوا۔ سلطان بالضرور نیشاپور کو روانہ ہوا جب بکتوزون اسکے ارادہ پر واقف ہوا تو کسی طرف سٹک گیا اور ایک عرضداشت بخارا بھیجکر صورت حال کو بیان کیا۔ امیر منصور غرور و جوانی کے زور کے سبب سے سپاہ جمع کرکے خراسان کی طرف روانہ ہوا اور سرخس تک برابر چلا گیا کسی جگہ نہیں ٹھیرا۔ سلطان محمود اگرچہ جانتا تھا کہ مجھ سے مقابلہ کرنے کی طاقت امیر منصور نہیں رکھتا لیکن کفران نعمت کی بدنامی کی سرزنش سے خوف کرکے نیشاپور میں واپس چلا آیا اور مرغاب

سلطان محمود کی خود مختاری اور آل سامان کی بربادی +

میں گیا۔ بکتوزون نے فائق کی صلاح سے غدر مچایا اور امیر منصور کو گرفتار کر کے اندھا کیا اور عبد الملک کو جو خرد سال تھا تخت پر بٹھایا۔ سلطان محمود سے ڈر کر مرو کو چلا گیا۔ سلطان نے اسکا تعاقب کیا۔ بکتوزون اور فائق دونوں نے ملکر سلطان کا مقابلہ کیا۔ سلطان محمود کو فتح ہوئی۔ ان نمک حراموں کو شکست ہوئی۔ عبد الملک کو فائق لیکر بخارا میں پہونچا۔ اور بکتوزون نے نیشاپور کی راہ لی اور کچھ دنوں بعد بخارا میں آیا اور پراگندہ لشکر کے جمع کرنے کی فکر میں ہوا۔ اس اثنا میں فائق بیمار ہوکر مر گیا۔ اور ایلک خان کاشغر سے بخارا کی طرف متوجہ ہوا۔ عبد الملک اور اسکے تمام متعلقین کا کام تمام کیا اور دولت آل سامان کو جو اکیس اٹھائیس سال تک فرمانروا رہی۔ اُسکو انتہا کو پہونچایا۔ اور سلطان محمود بلخ خراسان کی حکومت میں مصروف ہوا۔ چاروں طرف اُسکی جوانمردی اور شجاعت کی دھوم مچ رہی تھی خلیفہ بغداد القادر باللہ عباسی نے خلعت گراں مایہ ارسال کیا۔ امین الملت یمین الدولہ کا خطاب اُسکو دیا۔ ٣٨٩ھ میں بلخ سے ہرات میں اور ہرات سے سیستان میں آیا۔ یہاں کے حاکم حنیف بن احمد کو مطیع کر کے غزنین میں آیا۔ پھر اسی زمانہ میں ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا اسکے چند قلعے لے لئے اور غزنین کو پھر چلا گیا۔ ماوراء النہر میں آل سامان کو ایلک خان نے خلاص کیا اور فتحنامہ سلطان محمود کو لکھا اور مملکت خراسان پر حکمرانی کی مبارکباد دی ان دونوں بادشاہوں میں دوستی و یگانگی کی بنا مستحکم ہوئی سلطان محمود نے بھی ابو الطیب سہل بن سلیمان کو سفیر بنا کے ایلک خاں پاس بھیجا اور اسکو بہت جواہر تحفہ بھیجے۔ غرض مدتوں تک ان دونو بادشاہوں میں دوستانہ خط و کتابت رہی اور تحفہ تحائف ایک دوسرے پاس بھیجتے رہے۔ آخر کو یہ محبت عداوت سے بدل گئی جسکا آئندہ بیان ہوگا +

سلطان محمود کی خود مختاری +

اب سلطان محمود خود مختار ہوگیا۔ آل سامان سے جو کچھ تعلق تھا اسسے بے تعلق ہوا۔ خطبوں و سکوں سے اُسکا نام نکالا گیا۔ اُسکی جگہ اپنا نام جاری کیا۔ سب گھر کے لڑائی جھگڑوں سے فارغ ہوا۔ سلطنت کا انتظام اور ملک کا بندوبست کیا۔ پھر وہ ارادہ کیا جو ان دنوں میں مسلمانوں میں سے بڑا سمجھا جاتا تھا اور فیروز مند بادشاہوں کے شایاں تھا یعنے اسلام کا ہندوستان میں پھیلانا اسکے ہندوستان پر بارہ حملے مشہور ہیں۔ مگر وہ سترہ دفعہ ہندوستان میں آیا۔ تاریخوں میں ان

مہمات میں اختلاف ہے جن مقامات پر وہ حملہ آور ہوا تاریخوں میں اُس کی املا ایسی مختلف ہیں کہ جنسے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ مقامات اب کہاں ہیں۔ سوا اسکے ترتیب مہمات میں اختلاف ہے کوئی کسی مہم کو اول لکھتا ہے کوئی اسکو پیچھے تحریر کرتا ہے۔ فرنگستانی محققین نے انکی ترتیب میں اور مقامات کی تشخیص میں اپنی فکر دقیق سے بہت سے عقدے حل کیے ہیں ہم انکو بھی لکھتے ہیں +

فرشتہ اور نظام الدین احمد نے لکھا ہے کہ ۳۹۰ھ / ۱۰۰۰ء کے قریب سلطان ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا ہے اسنے کئی قلعے فتح کئے اور انہیں اپنی طرف سے حاکم مقرر کیے بعد ان فتوحات کے وہ غزنین کو واپس آیا مگر اُسکا ذکر تاریخ یمینی میں نہیں ہے + حملہ اول +

۳۹۱ھ / ۱۰۰۱ء میں سلطان دس ہزار چیدہ سوار لیکے غزنین سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوا۔ پشاور کے قریب اسکے باپ کا قدیمی دشمن جیپال والی لاہور بارہ ہزار سوار اور تیس ہزار پیدل اور تین سو زنجیر فیل لے کر لڑنے کے لئے کھڑا ہوا۔ مگر اُسنے شکست پائی اور اسکے پانچہزار آدمیوں کی جانیں گئیں۔ اور خود آپ پندرہ عزیزوں کے ساتھ اسیر ہوا۔ سلطان محمود نے بھٹنڈہ کے قلعہ کو فتح کر کے مسمار کیا۔ اسکے بعد سلطان غزنین کو چلا آیا۔ اور راجہ جیپال کو ساتھ لایا۔ اسنے خراج و باج کا عہد و پیمان لیا۔ اور چھوڑ دیا۔ اُسکے عزیزوں سے بھی فدیہ لیکر رہا کیا جب راجہ رہا ہو کر اپنے ملک میں آیا تو شکست پہ شکست کھانے سے اور قید ہونے سے اُس کو شرم آئی یا کوئی مذہبی مسئلہ ایسا تھا کہ جب راجہ دو دفعہ دشمنوں سے ہزیمت اُٹھائے یا اُنکے ہاتھ میں قید ہو تو پھر راج کے قابل نہ رہے اور اس گناہ کا کفارہ آگ میں جلکر کرے۔ اُسنے راج کو اپنے بیٹے انندپال کو دیا اور خود جلتی آگ میں جلکر خاکستر ہوا + دوسری مہم +

فرنگستانی محققین نے قلعہ بھٹنڈہ کی تحقیق میں بہت جانفشانی کی ہے کوئی اُنمیں سے کہتا ہے کہ وہ ستلج پار تھا۔ محمود نے دروک ٹوک اس دریا کے پار اُتر آیا اور اسکو فتح کر لیا۔ کرنیل ٹوڈ کہتے ہیں کہ وہ بڑا آباد اور نامی مقام تھا اور لاہور کا راجہ کیا لاہور میں یا اس قلعہ میں رہا کرتا تھا۔ سر جان الیٹ نے بعد تحقیق یہ فیصلہ کیا کہ قلعہ بھٹنڈہ کوئی نیا مقام نہیں ہے بلکہ وہ بار ہندیا و ہند ہے جیسا کہ تاریخ یمینی میں لکھا ہے اور یہ ایک مقام دریائے سندھ کے مغربی کنارہ پر مشہور معروف ہے اٹک سے

پندرہ میل کے فاصلہ پر ہے اور لاہور اور پشاور کے قدیمی شارع اعظم پشاور سے تین منزل کے فاصلہ پر واقع ہے وہ مشرقی قندھار کا دار السلطنت تھا۔ ابوالفدا اور بیرونی اور بیہقی نے سکندر اعظم کو اسکا بانی قرار دیا ہے۔ اب اسکو ہنڈ کہتے ہیں آگے معلوم ہوگا کہ اس بات کے ماننے سے کئی تاریخی عقدے حل ہوتے ہیں +

سلطان محمود ۳۹۳ھ میں سیستان میں گیا اور صنیف وہاں کے حاکم کو غزنیں میں لے آیا۔ اور پھر ہندوستان کی طرف اسکی توجہ ہوئی ۳۹۵ھ میں بلدہ بھاطیہ یعنی بھٹنیر کی طرف روانہ ہوا۔ حدود ملتان میں دریائے سندہ سے گذر کر بھٹنیر کی دیوار کے نیچے پہونچا۔ اس شہر کی فصیل اونچی اور مضبوط تھی اور اُسکے گرد خندق تھی۔ وہاں کے راجہ بجے رائے کو اپنے لشکر پر بڑا غرور تھا۔ ناصر الدین سبکتگین کی طرف سے جو سرحد پر حاکم مقرر تھے۔ نہ اُنکی وہ اطاعت کرتا نہ راجہ جیپال کی شرائط فرماں بری کو بجا لاتا تھا۔ جب اُسنے سلطان محمود کا لشکر دیکھا تو وہ اپنے شہر سے لشکر اور ہاتھیوں سمیت نکلا کہ اُنسے مسلمانوں کے لشکر کو ڈرائے۔ سلطان تین دن رات برابر اُسسے لڑا اسمیں یہ نہ معلوم ہوا کہ منصور کون ہے اور مقہور کون۔ اور قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے۔ اسلئے چوتھے روز سلطان نے منادی کی کہ آج جنگ سلطانی ہوگی چاہئے کہ جو آدمی نوکر ہیں یا غیر نوکر جوان و پیر سب لڑائی کے لئے مستعد ہوں اور میدان جنگ میں آئیں۔ راجہ بجے رائے یہ سن کر اپنے بتخانہ میں گیا اور اپنے معبود سے استمداد چاہی اور ہندوں کو تکمیل سلاح کے لیے حکم دیا۔ اور رزم گاہ میں بڑی شان و شوکت سے آیا۔ مسلمانوں نے اسپر حملہ کیا۔ چاشت سے سہ پہر تک خوب حرب و ضرب ہی۔ طرفین سے کشتوں کے پشتے لگے۔ کسی لشکر پر آثار عجز و ضعف نہیں ظاہر ہوئے۔ سلطان محمود دل در گاہ معبود میں متوجہ ہوا۔ اور پھر اُسنے خود دشمن کی سپاہ کے قلب پر حملہ کیا اور لشکر کو ہزیمت دی۔ راجہ بجے رائے حصار میں آیا حصار کا بھی سلطان نے محاصرہ کیا خندق کے بھرنے کا حکم دیا۔ راجہ ایسا مضطر اور متحیر ہوا کہ اپنے خاص ملازموں کے ساتھ رات کو پیادہ پا جنگل کو بھاگ گیا۔ اور کسی پہاڑی پر پناہ لینی چاہی سلطان نے سپاہ کو اُسکے تعاقب میں بھیجا۔ اُنہوں نے جا کر راجہ کو ایسا گھیرا جیسے کہ گریبان گلے کو گھیرتا ہے سوا اسکے چارہ نہ تھا کہ اُسنے خنجر سے

اپنے تئیں آپ مار ڈالا شعر زیستش چوں بکام خصم بود مردان از زیستن بسے بہتر

یہ شہر اور اسکے توابع ضمیمہ ممالک سلطانی ہوئے محمود غزنوی نے ۳۹۶ھ میں ملتان کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ والی ملتان حمید لودہی امیر ناصر الدین سبکتگین کے ساتھ اخلاص رکھتا تھا اور خدمات شائستہ اسکی بجالاتا تھا۔ پوتا ابو الفتح داؤد بھی اپنے دادا کے طریقہ پر چلتا تھا اور سلطان کی اطاعت کرتا تھا۔ مگر جب بلدہ بھٹنیر کے محاصرہ میں سلطان مصروف تھا تو اُسنے خارج از عقل حرکات شروع کیں۔ صلاح وقت دیکھ کر سلطان محمود اس سال تو کچھ بولا نہیں دوسرے سال میں سلطان محمود کو اسکی خبر ہوئی کہ ابو الفتح قرمطی اور اپنی خباثت نفس سے ملتان کے باشندوں کو قرمطی بنانا چاہتا ہے تو بندگان خدا کو الحاد اور زندقے سے بچانے کے لئے اُسنے حکم دیا کہ مسلمانوں کا لشکر تیار ہو۔ وہ یہ لشکر لیکر ملتان کی طرف برسات میں روانہ ہوا۔ بارش سے دریا چڑھے ہوئے تھے اور دریائے سند اور دریا سوار دنکو عبور کے مانع تھے۔ اس سلطان کے ہمراہیوں کو دشواریاں پیش آئیں۔ سلطان نے ہند کے راجہ انند پال سے درخواست کی کہ وہ اُسکو اپنے ملک میں سے گذرنے دے۔ راجہ نے درخواست کو منظور نہ کیا اور مقابلہ کے لئے کھڑا ہوا جسکا نتیجہ اُسکے حق میں زہر ہوا۔ اس وجہ سے سلطان کا یہ ارادہ ہوا کہ اول انند پال کا جھگڑا چکا ئیے۔ اور مزا چکھائیے۔ باوجودیکہ جنگلوں کے راجہ کا بڑا اقتدار تھا مگر سلطان نے درختوں کا کاٹنا اور آگ لگانا اور آدمیوں کو قتل کرنا ایسا شروع کیا کہ راجہ کہیں گاہ کہیں بھاگتا پھرا۔ جہاں جہاں یہ راجہ بھاگ کے جاتا وہیں اُسکے تعاقب میں سلطان جاتا۔ راجہ کے ملازموں کو کیا جنگل کے اندر درندے شکار کرتے یا وہ بھاگ کر کشمیر میں پناہ لیتے۔ سلطان نے دروں تک تعاقب کیا اور انند پال کشمیر میں بھاگ گیا۔ جب ابو الفتح والی ملتان نے راجہ انند پال کا یہ حال دیکھا کہ سلطان کے آگے بھاگتا پھرا تو اُسنے جانا کہ میری حقیقت کیا ہے کہ میں سلطان کے برسر مقابلہ آسکوں اسلئے اُسنے یہ ارادہ کیا کہ جتنا مال ہے اس سب کو ہاتھیوں پر لاد کر سراندیپ چلا جاؤں اور سلطان کے لئے ملتان خالی چھوڑ جاؤں مگر سلطان کب اُسکو فرصت دیتا تھا۔ اُسنے ملتان کا محاصرہ کیا۔ ابو الفتح متحصن ہوا۔ سات روز تک محاصرہ رہا۔ ابو الفتح نے منت سماجت کر کے

ان شرائط پر صلح کرلی کہ بیس ہزار درم سرخ سالانہ نذر دیا کریگا اور الحاد سے احتراز کرکے احکام شرعی کو جاری کریگا۔ سلطان نے ان شرائط کو اسلئے منظور کرلیا کہ ارسلان جاذب حاکم ہرات نے قاصد دوڑا کر سلطان کو خبر دی تھی کہ لشکر ایلک آ پہونچا ہے اور خرابی مچا رہا ہے۔ اس سبب سے سلطان جلد غزنین کو روانہ ہوا۔ مہمات (بھٹنڈہ (دائے ہند) راجہ سکھہ پال کے حوالہ کرگیا جسکا آگے ذکر آئیگا۔ تاریخ کے اس حصہ میں قرمطی کا اکثر ذکر آئیگا اسلئے اسکا کچھ مختصر حال لکھتے ہیں

ہر مذہب کا یہ قاعدہ ہمیشہ چلا آتا ہی کہ جتنی مدت اُسپر گذرتی ہے اتنی اُس کی تفریق ہوتی ہی یعنی بدعتی فرقے نئے نئے پیدا ہوجاتے ہیں۔ مذہب اسلام بھی اس قاعدے سے مستثنٰی نہ تہا۔ اسمیں بھی بدعتی فرقے پیدا ہونے شروع ہوئے بعض فرقوں نے وہ بدعات اختراع کیں کہ اصل اسلام کا حصہ اُنکے مذہب میں تھوڑا ہی باقی رہا۔ ان بدعتی فرقوں میں سے فرقہ قرمطی ہے وہ فرقہ اسمٰعیلیہ کی ایک شاخ ہی گو ان دونو فرقوں کے مسائل میں فرق ہے مگر مورخ اپنی لاعلمی سے ایسا انکو خلط ملط کرتے ہیں کہ معلوم نہیں ہوتا کہ انکی مراد کس فرقہ سے ہی۔ ایک لفظ ملاحدہ کا وہ لکھتے ہیں جسمیں اس قسم کے سب بدعتی فرقے داخل ہوتے ہیں ایک شخص عبد اللہ بن میمون نے جو ایرانی تہا مذہب اسماعیلیہ کو اختیار کیا۔ اسنے عرب کے غلبہ ہی کے مٹانے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ اسلام اور سارے مذہبوں کے خاک میں ملانے کا قصد کیا۔ وہ وعظ سے بھی تعلیم کرتا تھا کچھ باطنی بھی تلقین کرتا تہا۔ اسکے مذہب کا خلاصہ یہ تھا کہ سارے مذہب بیہودہ ہیں اس دنیا اور عقبیٰ میں نیک اعمالی کی جزا نہ بداعمالی کی سزا ہے +

اس عبد اللہ کے مریدوں میں سے احمد تھا جسکا نام بعد ازاں قرمط ہوا۔ اسکا عروج ۲۷۸ھ میں ہوا وہ قرمطی مذہب کا بانی ہے۔ قرمط کے معنی عربی میں خط کے باریک اور تنگ لکھنے کے ہیں اور کام کے نزدیک رکھنے کی۔ اسی سبب سے احمد کو قرمط کہتے تھے کہ وہ پوشیدہ و باریک طور پر مذہب سکہاتا تہا۔ اسی کے نام سے اُسکے فرقے کا نام قرمطی ہوا جسکی جمع قرامطہ آتی ہے۔ اُسنے شہری و جنگلی قوموں کو جنکا کچھ مذہب نہ تھا اور عقل سے بھی خارج تھے اپنے دین کی طرف دعوت کی اور نامہ لکھا + بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـ فرج بن عثمان رہنے والا قریہ نصرانہ کا

لکہتا ہی کہ میں مسیح کی طرف سے جو کلمہ ہے دعوت کرتا ہوں وہی مہدی تہا وہی احمد بن محمد بن حنفیہ
تہا وہی جبرئیل تہا۔ اب انسان کی صورت میں مسیح بنا ہے اور مجھے کہا کہ تو داعی (دعوت کرنے والا) ہی
اور حجت ہے اور ناقہ صالح ہی اور خر عیسیٰ ہی۔ اور یحییٰ بن زکریا اور روح القدس ہی اور اس کو یہ
بتایا کہ نماز کی چار رکعتیں ہیں دو طلوع شمس سے اور دو غروب شمس سے پہلے۔ ہر نماز کی اذان
ہے کہ موذن تین دفعہ کہے اللہ اکبر اور دو دو مرتبہ کہے اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اشہد ان
آدم رسول اللہ اور اشہد ان نوحا رسول اللہ اور اشہد ان عیسیٰ رسول اللہ اور اشہد ان محمد
رسول اللہ اور اشہد ان احمد بن محمد بن الحنفیہ رسول اللہ۔ بیت المقدس کی طرف قبلہ ہی
اور اتوار کا دن یوم سبت ہے اس دن تعطیل چاہیے اور ہر نماز میں سورہ فتح وہ پڑہے جو احمد بن محمد بن
حنفیہ پر نازل ہوئی ہے۔ روزہ دو روز مہرجان اور نیم روز کے دن رکھے شراب حرام
خمر حلال جنابت سے غسل کرنا لازم نہیں آتا۔ مگر نماز کے واسطے ضرور فرض ہے جس جانور کے
کچلی اور دانت ہوں اُس کا کہانا درست نہی اِس فرقہ نے ۲۹۱ھ میں شام پر بڑا ہولناک حملہ کیا اور ۳۱۱ھ
میں بصرہ اور کوفہ کو لوٹا اور ابو طاہر کا بانی پیشوا تہا کر ۳۱۷ھ میں شہر مکہ کو لے لیا اور بہت آدمیوں کو قتل کیا اور
حجر الاسود کو لے گئے اور بیس برس تک اپنے قبضہ میں رکہا۔ خاندان عباسیہ کا بیسواں خلیفہ الراضی سالانہ
روپیہ اُنکو اسواسطے دیتا تہا کہ وہ حاجیوں کو حج کرنے دیں +

ہلاکو اور چنگیز خاں نے اس فرقہ قرمطیہ اور اسماعلیہ کے زن و مرد بچوں کو قتل کیا۔ ابو ریحان
بیرونی نے لکہا ہی کہ قرمطی مشرق میں وادی سندہ میں پہیل گئے اور ملتان کے بت اعظم کو
توڑا۔ محمود غزنوی نے اُسی فرقہ کا ملتان سے منہ کالا کیا۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ وہ یہاں سے
بالکل خارج نہیں ہوئے۔ محمود غوری نے پہر اُنکو ۵۷۱ھ میں ملتان سے نکالا ہے اور ۶۳۴ھ میں دہلی میں
انکا زور ہو گیا تہا کہ یہاں کی جامع مسجد میں بہت آدمیوں کو قتل کیا تہا مگر آخر کو قرمطیوں میں سے
کوئی باقی نہیں رہا سب قتل ہو گئے +

ہم نے پہلے لکہا ہی کہ سلطان محمود اور ایلک خاں کے درمیان بہت اتحاد تہا۔ مگر جب سلطان محمود
دور دراز کے فاصلہ پر مہم ملتان میں مشغول تہا ——— تو ایلک خاں نے ملک خراسان کو

جنگ ایلک خان با سلطان محمود

خالی دیکھا۔ طمع دامن گیر ہوئی۔ سیاوش تگین خان کو جو صاحب جیش اور اسکا خویش تھا لشکر
فراواں دیکر خراسان میں بھیجا اور جعفر تگین خان کو دار الملک بلخ پر شحنہ بنایا۔ اس زمانہ میں
سلطان محمود کی طرف سے ہرات میں ارسلان جاذب اسلیے مقیم تھا کہ اگر کوئی حادثہ رونما ہو تو وہ
غزنیں جاکر تعرض اعداء سے اسکو مصئون رکھے جب یہ واقعہ پیش آیا تو وہ غزنیں میں گیا اور سیاوش تگین
ہرات میں آیا اور حسن ابن نصر کو نیشاپور میں استخراج مال کے لیے بھیجا۔ اعیان خراسان نے بھی اس
سبب سے کہ سلطان کی غیبت بمدت گذر گئی تھی اور کچھ اسکی خبر انکو نہ تھی اور متوحش خبریں اس کی
سنتے تھے سلطان کے دشمنوں نے دوستی اور اتحاد شروع کیا۔ ابو العباس ابن احمد نے غزنیں سے
حدود بامیان تک حفظ مسالک و ضبط ممالک میں بہت احتیاط کی اور اس حدود کے مداخل و
مخارج ہشیار اور کارگزار آدمیوں کو سپرد کیا اور ملتان کو قاصد دوڑائے کہ اس حادثہ سے سلطان کو
مطلع کریں سلطان نے جہات وائے ہند سکھپال کو حوالہ کیں۔ بہت جلد سلطان غزنیں پہونچا اور
ایک لشکر باشکوہ اور کثیر الانبوہ لیکر بحر مواج کی طرح بلخ میں آیا جعفر تگین تو اسکے ہول سے ایسا
بھاگا جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہے اور ترمذ میں پہونچا۔ سلطان نے اسکے سر راہ دس ہزار
سپاہ دیکر ارسلان جاذب کو بھیجا۔ سیاوش تگین کنار جیحون پر آیا۔ مگر دریا اس وقت طغیانی پر تھا
اسلیے یہاں سے پھر گیا اور مرو میں پہونچا تاکہ بیابان کی راہ سے ماوراء النہر میں چلا جائے۔ ہوا
نہایت گرم تھی سرخس میں گیا۔ محسن ابن طاق نے اُسے روکا مگر سیاوش تگین نے اُسے شکست دی
اور اُسکے دو ٹکڑے کر دیے اور طرفین سے بہت آدمی ہلاک ہوئے۔ مگر ارسلان جاذب نے اُس کو
سرخس میں ٹھیرنے نہیں دیا۔ وہ نیشاپور کی طرف روانہ ہوا ہر منزل میں ارسلان جاذب نے
اسکا تعاقب کیا۔ اور اسکا بڑا قافیہ تنگ کیا۔ اور اُس کا مال اسباب بہت ضایع گیا۔
سیاوش تگین نے شمس المعالی قابوس سے التجا کی بہت مشکل سے بیابان کی راہ سے مرو کی راہ
اختیار کی۔ ارسلان کے انتظار میں سلطان مرو میں مقیم تھا اُسنے سنا کہ بیابان کی راہ سے سیاوش تگین
اس طرف آتا ہے۔ سلطان نے ابو عبد اللہ طائی کو لشکر عرب کے ساتھ اسکے پیچھے بھیجا بیابان
کے اندر جہاں پانی کا نام نہ تھا عبد اللہ نے لشکر عرب سے سیاوش تگین کو جا لیا۔ اسکو بھائی کو

سات سو آدمیوں کے ساتھ قید کیا۔ اُسکو بند گراں میں غزنین روانہ کیا۔ سیاوش تگین جان بچاکر
چند آدمیوں کے ساتھ ایلک خاں سے جا ملا۔ اسسے ایلک کو بڑا غصہ آیا۔ اور قدر خاں نے ملک ختن کو
فریاد نامے بھیجنے شروع کئے۔ قدر خاں نے اپنے ملک سے دور دور سے فوج بلائی۔ ماوراء النہر اور
ترکستان کی فوجیں جمع ہوکر روانہ ہوئیں سلطان محمود کو یہ خبر لگی کہ طخارستان میں یہ
ہجوم ہو رہا ہے تو وہ بلخ کی طرف روانہ ہوا۔ ترکی۔ خلجی۔ ہندی افغانی۔ غوری لشکروں کو
جمع کرکے بلخ سے چار فرسخ پر ایک عریض و وسیع موضع پر فرودکش ہوا۔ ایلک خاں اور قدر خاں
بھی اُسکے نزدیک اُترے جانبین سے جوانوں نے میدان جنگ میں جولانیاں شروع کیں دن بھر لڑے
رات کو اپنی اپنی جگہ پھرے دوسرے روز طرفین نے اپنی میمنہ میسرہ و قلب درست کرکے میدان جنگ
میں آئے۔ پھر تو لڑائی ایسی ہوئی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور ایک خون کا دریا صحرا میں بہنے
لگا۔ سلطان نے ہاتھی پر بیٹھ کر سپاہ قلب ایلک خاں پر حملہ کیا۔ ایلک خاں کے صاحب رایت کو
ہاتھی نے گھوڑے پر سے اُٹھاکر ہوا میں پھینکا اور جب نیچے گرا تو دانتوں سے دو ٹکڑے کر ڈالا سلطان
کے ہاتھی دشمنوں کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور فوج کے اندر گھس گئے اور گھوڑوں پر سے سواروں کو سونڈ
پر اٹھاتے اور نیچے گراتے اور پاؤں کے نیچے مسل ڈالتے ان ہاتھیوں سے ایلک خاں کا لشکر
سنبھلنے و ٹھیرنے نہیں پاتا تھا کہ دونو لشکر بھڑ گئے غزنین والوں نے ایسی دلاوری اور تندہی سے
حملہ کیا کہ ہزاروں کی جان لی اور دشمنوں کی فوج چاروں طرف بھاگ گئی اور جیحوں سے پار
اُتر گئی اور جیحوں سے پار اُتر کر اپنے ملک کو گئی۔ یہ شکست ۳۹۸ھ میں ایلک خاں کو ایسی ہوئی کہ
پھر اُسنے خراسان کے لینے کا نام نہیں لیا سلطان کو غنائم موفور ہاتھ لگیں تاریخ یمینی میں
لکھا ہے کہ ایلک خاں کو جب ہزیمت ہوئی تو سلطان محمود نے اُسکے تعاقب کا ارادہ کیا۔ جاڑے کا
موسم تھا۔ ان اطراف میں سردی ایسی پڑتی تھی کہ لشکر کے اکثر سپاہیوں کو اُسکی برداشت کی تاب
نہ تھی۔ اس تعاقب پر وہ راضی نہ تھے مگر جب سلطان محمود خود بنفس نفیس اس باب میں ساعی تھا
تو ناچار اور سب کو بھی اُسکے ساتھ دینا پڑا۔ دو کوچ ہوئے تھے تیسری رات تھی کہ بڑی برف
پڑی سخت جاڑا ہوا سلطان کے واسطے ایک بارگاہ کھڑی کی گئی۔ اسمیں انگیٹھیاں بہت جلائی گئیں

اور ایسی گرمی ہوئی کہ اکثر امیر دل جا ہا کہ جاڑے کے کپڑے اتار ڈالیں لطیفہ اس اثنا میں دلچک آیا۔ سلطان نے ہنسی سے کہا کہ تو باہر جا اور جاڑے سے کہہ کہ تو جان کنی کس لیئے کرتا ہے ہم یہاں ایسے گرمی کے قریب ہوگئے ہیں کہ کپڑوں کو اتار کر پھینکتے ہیں فوراً دلچک باہر گیا اور پھر آیا اور زمین پر بوسہ دیکر عرض کیا کہ میں نے سلطان کا پیغام جاڑے پاس پہنچا دیا اُسنے عرض کیا ہے کہ سلطان اور مقربین کے دامن تک میرا ہاتھہ نہیں پہنچ سکتا ہے مگر اور سپاہ اور شاگرد پیشوں کی آج کی رات ایسی خدمت کرونگا کہ کل حضرت سلطان کو اور اُنکے مقربین کو اپنے گھوڑوں کی خدمت کرنی پڑیگی کہیں میری اس حرکت سے آپ مجھسے خفا نہ ہو جیئے گا۔ سلطان نے اس بات کو سُنکر بظاہر تو اس وقت ہنسی میں ٹال دیا۔ مگر دل میں وہ اس اپنی عزیمت سے پشیمان ہوا اور مراجعت کا ارادہ کیا۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ اُسی شب کو ہندوستان سے خبر آئی کہ سکھہ پال جسکو آب سار یا نواسہ شاہ کہتے ہیں وہ مرتد ہوکر اپنے اصلی دین پر پھر گیا۔

ہم نے پہلے لکھا ہے کہ ابوالفتح لودی سے سلطان محمود صلح کر کے جب غزنیں جانے کو تہا تو وہ اپنا قائم مقام راجہ سکھہ پال کو کر گیا تہا۔ یہ راجہ پشیور میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوا تہا اور ابو علی کسمجوری کے ہاتھہ پر مسلمان ہوا تہا۔ اُسکا نام فارسی کتابوں میں طرح طرح سے لکھا ہے آب سار۔ آب شار۔ نواسہ شاہ۔ سلطان کو جب یہ خبر پہونچی کہ نواسہ شاہ مرتد ہوگیا تو وہ سنتے ہی کوچ پر کوچ کرتا ہوا ہندوستان میں آیا اور دفعتًہ ابو نصر نے نواسہ شاہ کو گرفتار کرلیا سلطان اُسکو غزنیں لایا۔ اسکو ساری عمر اُسنے قید خانہ میں رکھا اور اُس سے بہت کچھہ روپیہ لیا۔ اُسکے نام کی بہت سی توجیہیں ہیں مگر سب میں بہتر یہ ہے کہ وہ راجہ جے پال کا نواسہ تہا اور شاہ کا لفظ اُس کے نام کے ساتھہ بولا جاتا تہا اسلئے نواسہ شاہ اُسکا نام تہا +

ملتان کی تسخیر میں جو انند پال نے سلطان محمود کے ساتھہ بے ادبی کی تہی اُس کا حال اوپر پڑھ چکے ہو اب اُسکی سزا کا حال پڑھو کہ سلطان نے کیا دی۔ سلطان نے ایک لشکر عظیم تیار کیا۔ راجہ انند پال غافل نہ تھا وہ بھی مرد زیرک اور ذی ہوش تہا اُسنے سارے ہندوستان کے راجاؤں پاس چٹھیاں دوڑائیں اور ایلچی روانہ کئے اور سلطان سے جو خطرہ عظیم ہند پر آیا تہا اُس سے

مطلع کیا۔ اور کہلا بھیجا کہ اگر دین کی حمیت اور دنیا کی عزت رکھتے ہو تو اس بلا کے ٹالنے میں میرے
ساتھ شریک ہو۔ ابتک ہماری دولت حشمت عزت میں کچھ فرق نہیں آیا۔ اگر تم تاخیر کرو گے تو
سارے ہندوستان کو محمود تباہ اور خاک سیاہ کر دیگا۔ راجاؤں کے دلوں میں اس تحریر و تقریر نے
تاثیر کی اور انہوں نے سمجھ لیا کہ دین دنیا کی سلامتی اسی میں ہے کہ جہانتک ممکن ہو راجہ انندپال
کی امداد کریں چنانچہ اجین۔ کالنجر۔ قنوج۔ دلی۔ اجمیر۔ گوالیار کے راجاؤں نے اپنا منتخب
لشکر راجہ انندپال پاس پنجاب کو روانہ کیا۔ اس لڑائی میں یہانتک مسلمانوں کے دفع کرنے میں
ہمت کی کہ صاحب مقدور عورتوں نے اپنے سونے چاندی کے زیور گلا کر اور جواہر بیچکر اور مفلس عورتوں
نے چرخہ پونی کات کر کچھ نہ کچھ اپنے خاوندوں پاس یہاں بھیجا۔ غرض اس لشکر کا وہ ساز و سامان
انندپال نے کیا جو پہلے امیر سبکتگین کے زمانہ میں بھی جے پال نہیں کیا تھا۔ پشور کے صحرا میں یہ لشکر سلطان
محمود کے لشکر کے قریب آ گیا۔ چالیس روز تک دونو لشکر آمنے سامنے خیمہ زن رہے اور کسی نے
جنگ پر پیش قدمی نہیں کی۔ ہندوؤں کا لشکر روز بروز زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ محمود پہلی طرح بےخوف و خطر
دشمنوں میں نہیں گھس جاتا تھا۔ اسنے بھی اپنے لشکر کے گرد خندق کھدوائی کہ دشمن نہ گھس آئے
اب اسنے لڑائی شروع کی۔ ہزار جوان تیر اندازوں نے آگے قدم بڑھایا۔ اور دشمنوں کو لڑائی کے
لئے گرم کیا۔ اور سپاہیانہ حیلے کر کے انکو لشکرگاہ کے قریب لائے۔ باوجودیکہ سلطان محمود نے بہت
احتیاطیں کی تھیں مگر بیس ہزار گکھر سر و پا برہنہ ہاتھوں میں طرح طرح کے ہتیار لئے سلطان کے لشکر
میں خندق سے اتر کر گھس آئے۔ تلوار و کٹار و تیروں سے گھوڑوں اور سواروں کو مار مار کر نیچے
گرانا شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں تین چار ہزار مسلمانوں کو مار ڈالا۔ ان گکھروں کی دلیری دیکھ کر
سلطان کا ارادہ ہوا کہ آج لڑائی موقوف کرے کہ ناگاہ راجہ انندپال کی سواری کا ہاتھی نفط
تفنگ کے شور و غل سے بگڑا اور بےتحاشا پیچھے کو بھاگا۔ اسکی فوج نے جانا کہ راجہ بھاگا جاتا ہے
اس سبب سے لشکر میں ہل چل پڑی اور سپاہ کا منہ پیچھے کو پھر گیا۔

عبد اللہ طائی نے پانچ چھ ہزار عربی سوار اور ارسلان جاذب نے دو ہزار ترکی۔ افغانی۔ خلجی پیادہ
دو ہزار لیکر رات دن انکا تعاقب کیا۔ آٹھ ہزار ہندوؤں کو بےجان کیا اور تیس ہاتھی لیکر او

بہت سی غنیمت کو جمع کر کے سلطان کی نذر میں پیش کیا۔ خود سلطان بھی ہندوؤں کے تعاقب میں گیا
اور بھیم نگر کے قلعہ تک پہونچا۔ یہ قلعہ نہایت مستحکم بلند پہاڑ پر ہے اور سب طرف پانی سے گھرا ہوا ہے
چاروں طرف کے راجہ و رؤسا و امرا یہاں کے مندر میں نقود و جواہر و انواع نفائس بھینٹ میں
دیتے ہیں اور اس کو عبادت جانتے ہیں اور سعادت اُخروی سمجھتے ہیں۔ برسوں سے یہاں
طلا و نقرہ و جواہر و مرجان کے خزانے وہ جمع ہوئے تھے کہ کسی بادشاہ کے ہاں بھی نہ ہونگے۔
ہندوؤں کا مجمع الاصنام یہ شہر کہلاتا تھا۔ اس قلعہ سے ایک میل پر بھیم نگر تھا جسکو اب بھون
کہتے ہیں۔ یہ شہر اور نگر کوٹ اور کوٹ کانگڑہ ایک ہی معلوم ہوتے ہیں سلطان یہاں پہنچا
اور لشکر جرار سے محاصرہ کیا۔ ایسے مقام پر ہندو بڑے دل کھول کر لڑا کرتے ہیں مگر یہ اتفاق
کی بات ہے کہ یہاں کی فوج بھی اُسی بڑی لڑائی میں مصروف تھی جسکا اوپر بیان ہوا اور قلعہ
بہادر سپاہیوں سے خالی تھا۔ بیچارے پجاریوں نے جب دیکھا کہ ساری پہاڑیاں غارت گروں سے
بھری پڑی ہیں اور آگ شراروں کی طرح تیر اُن پر پڑ رہے ہیں تو اُن پر بڑا خوف طاری ہوا
اور انھوں نے جان کی امان چاہی اور دروازے کھول دیئے اور زمین پر اسطرح گرے
جیسے کہ ابابیل باز کے آگے یا مینہ بجلی سے نیچے گرتا ہے۔ اسطرح یہ قلعہ آسانی سے فتح ہو گیا
اور بحر و کان کا حاصل سلطان کو مل گیا۔ ابو نصر احمد بن محمد والی جرجان کے ساتھ سلطان قلعہ میں
داخل ہوا جواہر کو اُسنے خود سمیٹا اور طلا و نقرہ و بیش بہا چیزوں کو اُسکے دو حاجبوں تونتاش اور
التونتگین نے سنگوایا۔ اونٹوں پر جتنا خزانہ لدسکا لادا۔ باقی کو افسروں نے اپنے دامنوں میں رکھا
کہتے ہیں کہ ستر لاکھ مسکوک درہم شاہی تھے اور سونے چاندی کے سات لاکھ ڈلیاں تھیں جنکا
وزن چار سو من تھا۔ سوا انکے طرح طرح کے کپڑے سوس کے تھے جنکو بڈھے بڈھے آدمی کہتے تھے
کہ ہم نے ایسے نفیس کپڑے کبھی نہیں دیکھے۔ ایک چاندی کا گھر اتنا بڑا تھا جیسا کہ امیروں کا
گھر ہوتا ہے تیس گز طول میں اور پچیس گز عرض میں وہ ایسا بنا ہوا تھا کہ جا بجا اُس کے ٹکڑے
کر لو جا ہو جہد ٹھیک ہو۔ اور ایک سائبان دیبا رومی کا تھا چالیس گز طول میں اور بیس گز عرض میں
وہ دو سونے اور دو چاندی کی ڈھلی ہوئی چوبوں پر لگایا جاتا تھا سلطان نے ایک نہایت

سقیم دیانت مند ملازم کو یہ قلعہ اور اسکا خزانہ سپرد کیا بعد ازاں سلطان محمود غزنیں میں آیا شہر کے باہر بارگاہ
لگا کر فرش پر جواہر اور در نا سفتہ و زمرد و الماس و لعل بچھوائے جو ایسے چمکتے ہوئے معلوم ہوتے تھے جیسے کہ شراب
میں برف زمرد کی سبزی تازی برگ حنا کی سبزی کو مات کرتی تھی اور الماس مقدار اور
وزن میں انار کی برابر تھی۔ ممالک غیر کے سفیر اور ترکستان کا بادشاہ طغان خاں اُنکے دیکھنے کے
لئے آئے وہ سب کہتے تھے کہ کبھی اتنی دولت نہ دیکھی نہ کبھی کتابوں میں پڑھی کہ سلاطین ایران اور
روم نے جمع کی ہو۔ وہ قارون کے خزانے کو بھی مات کرتی تھی۔ تین روز تک یہ جلسہ رہا۔ بڑے
بڑے شاہانہ جشن ہوئے اور مستحقوں کو بڑی بڑی بخششیں عطا ہوئیں ۔ ۴۰۱ھ میں سلطان نے

ملک غور کا فتح کرنا

غور پر لشکر کشی کی۔ یہ ملک ہرات کے مشرقی پہاڑوں میں واقع ہے۔ یہاں سوری افغان
حکومت کرتے تھے اسوقت محمد بن سوری یہاں فرمانروا تھا وہ دس ہزار سپاہ کی صف بندی
کرکے سلطان سے جنگ آزما ہوا صبح سے دوپہر تک آتش جنگ مشتعل رہی طرفین سے لشکروں نے
داد مردانگی دی جب سلطان محمود نے غوریوں کی یہ جد و جہد دیکھی تو اُسنے یہ خدعیت کی کہ اپنے لشکر
کو مراجعت کا حکم دیا۔ غوریوں نے یہ گمان کیا کہ سلطان کی سپاہ کو ہزیمت ہوئی تو غوریوں کی سپاہ نے
اُسکا تعاقب کیا اور اپنی خندق سے جو اُنھوں نے اپنے گرد حفاظت کے لئے کھودی تھی بہت دور نکل گئے
پس سلطان نے جو اپنی باگ موڑی تو لشکر محمودی نے غوریوں کو بہت قتل کیا اور محمد ابن سوری کو
دستگیر کرکے سلطان پاس لے گئے اُسنے غایت آزردگی سے زہر آلود نگینے کو چوس کر مجلس سلطان
میں اس عالم سے سفر کیا۔ اور ملک سلطان کے ہاتھ آیا۔ تاریخ یمینی میں لکھا ہے کہ حکام و رعایا
غوری نے پہلے اسلام نہیں قبول کیا تھا اب قبول کیا۔ مگر اور تاریخوں میں لکھا ہے کہ وہ حضرت
علی رضی اللہ تعالیٰ کی خلافت میں مسلمان ہو گئے تھے +

ساتویں مہم نارائن

سلطان نے پھر ہند کا عزم کیا اور نارائن کی طرف کوچ کیا۔ اسکے سوار سخت و نرم زمین کو طے کرکے
وسط ہند میں پہنچے۔ اسنے اُن رئیسوں کو محکوم بنایا جو اب تک محکوم نہ ہوئے تھے۔ بتوں کو توڑا
اور باشندوں کو تہ تیغ کیا اور اپنے مقاصد کو آہستگی کے ساتھ پورا کیا۔ ایک لڑائی ہندوؤں سے ایسی ہوئی جسمیں
وہ فتحیاب ہوا۔ بہت سی غنیمت اور ہاتھی گھوڑے ہاتھ لگے جب ہند کے راجہ نے یہ دیکھا کہ سلطان کے ساتھ

لڑنے میں میرے ملک اور رعایا پر یہ تباہی اور بربادی آتی ہے تو اسکو یقین ہو گیا کہ میں اس سے لڑ نہیں سکتا اُسنے اپنے بعض عزیزوں اور امیروں کو سلطان پاس بھیجا اور التجا کی کہ آپ پھر ہندؤں پر حملہ نہ کیجیے میں روپیہ حضور کی نذر کرتا رہونگا اور ہمیشہ آپ کا ہی خواہ رہونگا۔ پچاس ہاتھی جن پر نفائس ہند لدے ہوئے ہونگے بھیجتا رہونگا اور دو ہزار سپاہی سلطان کی خدمت کے لئے حاضر رکھونگا۔ راجہ کی اس اطاعت میں اسلام کی عظمت بھی سلطان نے قبول کر لیا۔ سلطان نے سفیر بھیجا کہ ان شرائط کی تعمیل کو وہ دیکھے۔ ہند کے راجہ نے ان شرائط کو پورا کیا اور ہاتھی بھیجتا رہا۔ یوں امن و امان ایسا ہو گیا کہ ہندوستان اور خراسان میں کارواں آنے جانے لگے + ساتویں مہم نارائن کی ایسی ہے کہ اُسکا ذکر طبقات اکبری اور فرشتہ میں نہیں ہے مگر حبیب السیر و روضۃ الصفا و یمینی میں ہے۔ حبیب السیر میں نام نہیں لکھا مگر یہ لکھا ہے کہ نگر کوٹ اور غور کی مہم کے درمیان ایک مہم سنہ۔۔۔ میں ہندوستان پر ہوئی۔ اب اس نارائن کے مقام کی تحقیق میں فرنگستانی محققوں نے بڑی موشگافی کی مگر آخر کو کچھ فیصلہ نہ کر سکے +

ہند کے راجہ نے جو دو ہزار سواروں کے بھیجنے کا عہد کیا یہ ایک عجیب واقعہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندؤں کی عادت میں داخل تھا کہ وہ اپنے سخت جانی دشمنوں کی سپاہ میں بھی نوکری کرنے کو موجود ہو جاتے تھے — جب ابو الفتح لودہی نے غور کی فتح میں سلطان کو مصروف دیکھا تو پھر سر اُٹھایا سلطان کو ملتان آنا پڑا۔ اب کی دفعہ اسنے ملاحدہ و قرامطہ کو خوب درست کیا اور ابو الفتح کو قید کر کے غزنیں لے گیا اس مہم کا حال طبقات اکبری اور تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے مگر روضۃ الصفا و حبیب السیر اور یمینی میں نہیں لکھا۔ اس سے بعض فرنگستانی محققین نے یہ خیال کیا ہے کہ ساتویں آٹھویں مہم ایک ہو گئیں مگر اسپر بعض نے یہ اعتراض کیا کہ انکی حالتیں ایسی مختلف ہیں کہ انکا ایک خیال کرنا بھی دشوار ہے۔ محمود کو یہ خیال تھا کہ ہر سال ہندوستان پر ایک جہاد کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ مہمیں دو سمجھی جائیں +

جب ہند میں شعار اسلام کا رواج ہو گیا اور مساجد تعمیر ہو گئیں تو سلطان ہند نے دار السلطنت پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اسنے اپنی جری جوانمردوں کو جمع کیا اور انکو بہت مال انعام میں دیا۔ لشکر گراں کے ساتھ اندھیری رات میں اُسنے کوچ کیا۔ خزاں کا موسم تھا۔ جنوبی نسیم چل رہی تھی سفر اچھا معلوم ہوتا تھا۔ مگر جب سلطان سرحد ہند کے قریب پہنچا ہے تو برف بڑی شدت سے پڑی۔ پہاڑ کے سارے

راستے بند ہوگئے اور پہاڑ و وادی سب ہموار ہوگئے۔ گھوڑوں اور اونٹوں کے پانوں میں برف کی سردی کا اثر
پہنچتا تھا آدمیوں کے ہاتھ پانوں اور چہرہ کا ذکر تو کیا ہے جو شاہ راہ تھی وہ مخفی ہوگئی۔ داہنے بائیں طرف اسکی
یہ معلوم ہوتی تھی سراہ میں جو آگے تھا وہی پیچھے تھا۔ اسلئے لشکر واپس بھی نہ جا سکتا تھا سلطان نے اس
عرصہ میں سپاہ کے لئے رسد کا سامان درست کیا اور اپنے بڑے بڑے سپہ سالاروں کو بلایا۔ اسطرح
جب سامان جنگ تیار ہوگیا تھا اور دور دور کے ملکوں کی سپاہیں آ آنکر اکٹھی ہوئیں پھر سلطان نے سفر کیا
دو مہینے تک اسکے گھوڑے اُن ویران جنگلوں میں چلے کہ جنہیں مویشی بھی راہ بھول جاتے تھے اور بڑے
بڑے عمیق دریاؤں سے عبور کیا سلطان قلعہ نندونہ (ناردین) پر پہونچا۔ یہ قلعہ کوہ بال نات پر ہے
وہاں کے راجہ ندر بھیم نے اپنے سپہ سالاروں اور رئیسوں کے لشکروں کو ایک درہ کوہ میں جمع کیا جسمیں
دشمنوں کا گذرنا دشوار معلوم ہوتا تھا۔ اُنھوں نے پتھروں کے پیچھے مورچے جمائے اور ہاتھیوں سے راستوں کو
روکا۔ یہاں راجہ جانتا تھا کہ میں امن کے گنبد میں بیٹھا ہوں جب سلطان کو یہ معلوم ہوا کہ راجہ کو
اپنے مامن پر یہ غرور ہے تو اُسنے دیلمی سپاہیوں اور افغانی نیزہ اندازوں کو ساتھ لیکر حملہ کیا۔ یہہ
سپاہی پہاڑوں پر اس طرح چڑھتے جیسے پہاڑی بکری اور اُترتے اس طرح جیسے پانی۔ متواتر لڑائی
کئی روز تک جاری رہی جیسے چراغ میں بتی تیل کو کھینچتی ہے اور لوہا مقناطیس کو اسطرح مسلمانوں
نے ہندوؤں کو لڑنے کے لئے باہر کھینچا۔ باہر نکلتے ہی سواروں کے ہاتھ سے وہ اسطرح مارے گئے جیسے
کہ شطرنج میں گھوڑے سے پیادے مارے جاتے ہیں +

جب ندر بھیم پاس اور رئیسوں کی کمک پہونچ گئی تو وہ اپنے مورچوں سے باہر نکلا اور پہاڑ سے میدان
میں آیا۔ پہاڑ اسکے پیچھے تھے اور ہاتھی آگے تھے۔ مسلمانوں کے لشکر پر جب ہاتھی چلتے تھے تو وہ
مسلمانوں کی نیزہ زنی سے پیچھے ہٹتے تھے۔ ابو عبداللہ الطائی نے جو بہادری سے پیش قدمی کی تو اُس کا
سر اور جسم زخموں سے چکنا چور ہوگیا سلطان نے اسکو ہاتھی پر زخموں کی تکلیف کے سبب سے بٹھایا جس سے
یہ معلوم ہونے لگا کہ اس سارے لشکر کا یہی بادشاہ ہے۔ ہندوؤں کو سب جگہہ شکست ہوئی۔ اور بہت سے
ہاتھی جو دشمنوں کے لشکر کی پشت و پناہ تھے مسلمانوں کے ہاتھ آئے اور ناردین فتح ہوگیا۔ اس کثرت سے
غلام ہاتھ لگے کہ وہ بہت سستے بکنے لگے جو اپنے دیس میں بڑے آدمی تھے وہ پردیس میں ادنیٰ دکانداروں کے غلام

سلطان نے بعد اس فتح کے دہلی کی تسخیر کرنے کا ارادہ کیا۔ ارکان دولت نے عرض کیا کہ دہلی کو اس وقت ہم تسخیر کر سکتے ہیں کہ مملکت پنجاب بالکل ہماری قلمرو میں ہو اور انندپال کے فساد سے بالکل فراغت ہو۔ سلطان کو یہ بات پسند آئی فسخ عزیمت کیا۔ دو لاکھ بندہ و بردہ ہندوستان سے غزنین میں لایا غزنین اس سال میں بلاد ہند معلوم ہوتی تھی کہ سلطان کے لشکر میں ہر متنفس پاس کئی کئی ہندی غلام تھے +

سنہ ۴۰۳ھ میں التونتاش سپہ سالار اور ارسلان جاذب نے غرجستان کو فتح کیا۔ یہ ملک دریاء مرغاب پر غور کے متصل واقع ہے +

ان دنوں میں سلطان نے خلیفہ عباسی بغداد القادر باللہ کو نامہ لکھا کہ بلاد خراسان کا اکثر حصہ میرے تصرف میں ہے باقی حصہ جو حضرت کے غلاموں کے پاس ہے وہ بھی مجھے عنایت ہو۔ خلیفہ کو کوئی اور چارہ نہ تھا ناچار سلطان کی درخواست کو منظور کر لیا۔ مگر دوسری دفعہ پھر اس نے خلیفہ عباسی کو خط بھیجا کہ ثمرقند مجھے عنایت کیجے اور منشور لکھ کر بھیجے۔ خلیفہ نے ایلچی کی زبانی کہلا بھیجا کہ معاذ اللہ یہ کام مجھ سے نہ ہوگا اور میرے حکم بغیر ثمرقند کی تسخیر کا ارادہ تو کریگا تو تمام عالم کو تیرے برخلاف شورش پر آمادہ کر دونگا۔ سلطان کو اس جواب سے بڑا رنج ہوا اور خلیفہ کے ایلچی سے کہا کہ تو یہ چاہتا ہے کہ دار الخلافہ پر ہزار فیل چڑھا کر لے جاؤں اور اسکو برباد کر کے اس کی خاک ہاتھیوں کی پیٹھ پر غزنین میں لاؤں۔ رسول یہ سنکر چلا گیا اور کچھ دنوں کے بعد نامہ لایا اور سلطان محمود کو دیا کہ امیر المومنین نے یہ جواب لکھا ہے۔ خواجہ ابو نصر زوزنی کہ دیوان رسالت تھا اس نامہ کو کھولا تو اسمیں دیکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم + لکھا ہے اور بعد اسکے چند سطروں میں حروف مقطعات الم الم لکھے ہیں اور آخر میں الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ علی رسولہ محمد و آلہ اجمعین تحریر ہے باقی کچھ نہیں۔ سب دبیر و منشی حیران تھے کہ یہ کیا جواب ہے۔ تفاسیر میں ان حروف کی تفسیر دیکھی مگر کچھ نہ معلوم ہوا۔ خواجہ ابوبکر قہستانی نے جسارت کر کے عرض کی کہ حضور نے جو ہاتھیوں کے پاؤں کا ڈراوا لکھا تھا اسکا یہ جواب الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل ہے۔ یہ سنتے ہی سلطان کے ہوش اڑ گئے اور جب ہوش میں آیا تو بہت رویا خلیفہ کے رسول سے معذرت کی اور بہت تحائف نذر کے لئے بھیجے اور ابوبکر کو

غرجستان کی فتح اور سلطان محمود کا خلیفہ بغداد کو نامہ بھیجنا اور وہاں سے اسکا جواب آنا +

خلعت خاص عنایت کیا۔ ۴۱۰ھ میں ہندوستان کی فتوحات کا فتحنامہ خلیفہ القادر باللہ عباسی
پاس سلطان محمود نے بھیجا اور ایک سنگ جو ہندوستان میں سلطان کو ملا تھا اور اُسکی یہ خاصیت
تھی کہ زخم پر اُسکو لگائے تو فوراً اچھا ہوجاتا تھا تحفہ بھیجا۔ خلیفہ نے ایک مجلس عظیم کو جمع کیا
اور منبر پر بیٹھکر باآواز بلند فتحنامہ کو اہل مجلس کے روبرو پڑھا۔ ان فتوحات کے سننے سے مسلمانوں کو
عید کی سی خوشی ہوئی اور ۴۱۲ھ میں علماء و صلحا و اہل اسلام کی جماعت نے متفق ہوکر سلطان
سے عرض کی کہ بیت الحرام کی راہ اعراب و قرمطیوں کے سبب مسدود ہو رہی ہے اور انکے خوف سے
اور خلفاء عباسیہ کے ضعف سے مسلمان حج سے محروم رہتے ہیں سلطان نے اس عرض پر
محمد ناصحی کہ قاضی القضاۃ ممالک محروسہ کا تھا امیر حاج بناکے اور تیس ہزار زر سرخ دیکر روانہ
کیا کہ اعراب کو راہ قافلہ سے بیسے ہٹادیں۔ بہت سے مسلمان قاضی صاحب کے ساتھ ہوئے جب
یہ قافلہ بادیۂ نجد میں پہونچا تو عربوں نے اُسے روکا قاضی صاحب پانچ ہزار روپیہ اُنکو دیتے تھے مگر احمد
بن علی شیخ اعراب متعرض ہوا جسکو ایک تیرانداز نے مار ڈالا۔ اعراب بھاگ گئے اور اس سال
حج خوب ہوا +

جب ولایت خوارزم مامون کے بعد اسکے بیٹے ابو علی کو ملی تو اُسنے سلطان محمود کی بہن سے
نکاح کیا اور اس رشتہ مندی سے سلطان کے ساتھ بھی دوستی ہوگئی جب مامون کی حکومت ختم
ہوئی تو اسکا جانشین ابو العباس مامون ہوا۔ تو اُسنے محمود کے ساتھ خلوص عقیدت ظاہر کرکے
اجازت چاہی کہ اُسکی بہن سے جو اُسکے بھائی کی بیوہ تھی خطبہ نکاح پڑھائے سلطان نے اجازت
دیدی اور اسطرح محبت کی بنیاد مستحکم ہوگئی۔ ابو العباس مامون کے آخر ایام میں سلطان نے اس پاس
ایلچی بھیجا اور درخواست کی کہ ولایت خوارزم میں خطبہ اُسکے نام پڑھوایا جایا کرے۔ ابو العباس
مامون نے اپنے اعیان دولت سے مشورہ کیا تو اکثر نے یہ کہا کہ جب تک آپکا ملک دوسرے
کی شرکت سے خالی ہے ہم خدمت بازی کو موجود ہیں اور اگر آپ کسی اور کے محکوم ہوتے
ہیں تو ہم تلواریں لئے کھڑے ہیں آپ کو معزول کرینگے اور کسی اور کو تخت پر بٹھائینگے سلطان کا
ایلچی یہ صورت حال دیکھکر اُلٹا چلا گیا۔ اعیان خوارزم شاہی نے یہ کہتے تو کہدیا مگر پھر وہ

[illegible]

سلطان کے اقوال کے روکنے سے پشیمان ہوئے اور نیال تگین جو صاحب جیش خوارزم اور سر دفتر اہل حساب وخسارت تھا مہم کے واسطے تیار ہوا۔ ایک دن وہ اوباشوں کے گروہ کے ساتھ خدمت ابو العباس مامون میں گیا۔ اندر سے خبر آئی کہ اسکا انتقال ہوگیا اور کسی شخص کو اس واقعہ ہولناک پر اطلاع نہ ہوئی۔ اسکے بعد پسر ابو العباس کو تخت پر بٹھایا۔ یہ خوارزمی گروہ خوب جانتا تھا کہ سلطان اسکا انتقام ہم سے لیگا اسلئے سب نے باہم قسم کھائی کہ اگر محمود انتقام کے درپے ہو تو اتفاق کرکے اس سے خوب لڑیں جب سلطان محمود کو اس غدر کی خبر ہوئی تو صلاح مشورہ کرکے وہ سپاہ کو آراستہ کرکے خوارزم کی طرف چلا۔ سلطان نے محمود طائی کو مقدمۃ الجیش بناکر بھیجا۔ یہ لشکر صبح کی نماز پڑھ رہا تھا کہ خمارتاش خوارزمیوں کے سپہ سالار نے انپر چھاپہ مارا اور بہت سے انہیں قتل کئے اور لشکر کو بھگا دیا۔ سلطان نے پھر اپنے خاصہ غلاموں کا لشکر بھیجا۔ اُسنے خوارزمیوں کو شکست دی اور خمارتاش کو گرفتار کیا۔ اور اُسکو سلطان کی خدمت میں لائے۔ جب سلطان قلعہ ہزار اسپہ پاس پہنچا تو ایک سخت لڑائی صبح سے دوپہر تک ہوئی اور شام تک بہت سی آدمی سلطان کے ہاتھیوں اور گھوڑوں نے پامال کئے اور پانچ ہزار آدمی قید ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔ نیال تگین کشتی میں بیٹھ کر جیحون سے عبور کرنا چاہتا تھا کہ ایک شخص نے اُسکو کشتی میں باندھ لیا اور سلطان پاس لے آیا۔ سلطان نے ابو العباس مامون کی قبر کے پاس سولیاں کھڑی کیں جنپر نیال تگین اور اُسکے ساتھیوں کو وہاں چڑھایا اور مامون کی قبر پر یہ کندہ کرا دیا کہ ہذا قبر مامون ابن مامون یعنی علیہ حشمہ واجرا علیہ دمہ خدمہ فقبض

الیہ السلطان یمین الدولۃ وامین الملۃ حتی اقبض منہم وصلبہم علی الجذوع عبرۃ للناظرین وآیۃ للعالمین اور خوارزم کی حکومت امیر حاجب کبیر التونتاش کو دی اور قیدیوں کو غزنین بھیج دیا اور پھر سب کا قصور معاف کرکے چھوڑ دیا ۔

سلطان نے سنا کہ تھانیسر کے ملک میں ہاتھی بڑے قوی ہیکل ہوتے ہیں اور اُنکو میدان جنگ میں لڑنا خوب آتا ہے تھانیسر کے حکمران کو ان ہاتھیوں پر بڑا غرور تھا۔ سو سلطان فوج جرار کو لے کر گیا۔ اُسکو ایسے جنگل میں اول گذرنا پڑا کہ جسمیں سوا چرند و پرند حیوانوں کے انسان نے ابتک قدم نہیں رکھا تھا۔ گھوڑے کا سُم اُسپر نہ پڑا تھا۔ اُسمیں دانہ پانی کا کال تھا۔ اول

سلطان ہی نے اس جنگل کو طے کیا ۔
تھانیسر کے نیچے ایک ندی صاف پانی کی بہتی تھی اُسکی تہ میں پتھر تھے اور اُسکے کنارے
ناہموار اور تیر کی طرح نوکدار تھے۔ سلطان اس ندی پر وہاں پہنچا جہاں وہ درہ کوہ میں ملتی تھی اور
وہاں دشمنوں نے ہاتھیوں کے پیچھے مقام کیا تھا اُنکے پاس بہت پیادے اور سوار تھے سلطان نے
یہاں یہ حکمت اختیار کی کہ اپنے لشکر کو دو پایاب مقاموں سے ندی کے پار اوتارا اور دشمنوں پر
دونو طرف سے حملہ کیا۔ جب ان لشکروں میں آپس میں قریب آنکر لڑائی بھڑائی ہونے لگی تو سلطان
نے اپنے لشکر کو اس درہ کوہ سے جسمیں ندی بڑے زور شور سے بہ رہی تھی ندی کے کنارہ پر کھڑے
ہوکر حملہ کرنے کا حکم دیا کہ گھاٹیوں میں جو دشمن چھپے ہوئے ہیں اُنکو قتل کریں شام تک سخت لڑائی
ہوئی۔ دشمن بھاگے ہاتھی چھوڑ گئے جو سلطان کے پاس پکڑے آئے جنہیں سے بڑے بڑے ہاتھی سلطان
نے اپنے پاس رکھے۔ اسقدر ہندو مارے گئے کہ اُنکے خون سے ندی کے پانی کا ایسا رنگ بدل گیا
کہ کوئی اُسے پیتا نہ تھا۔ رات ہوگئی نہیں دشمن اور زیادہ ہلاک ہوتے۔ یہ بیان تاریخ یمینی سے
لکھا ہے۔ تاریخ فرشتہ میں اس مہم کو یوں بیان کیا ہے کہ محمود غزنوی کا ارادہ تھا کہ تھانیسر کو فتح
کیجیے وہ ان دنوں بت پرستوں کا ایسا ہی معبد تھا جیسا کہ بلا تشبیہ مکہ خدا پرستوں کا۔ جب سلطان
پنجاب میں آیا تو اس سبب سے کہ انند پال سے جو شرائط و عہود ہو چکے تھے اُنکا پاس و لحاظ تھا کہ انمیں
کوئی فرق نہ آئے اور اُسکا علاقہ لشکر سے پامال نہ ہو۔ اسلئے سلطان نے انند پال کو لکھا کہ ہمارا ارادہ تھانیسر
کا ہے تم کو چاہئے کہ اپنے معتمد آدمیوں کو ہمارے لشکر کے ہمراہ کردو کہ اثناء راہ میں وہ اپنے علاقوں کو
بتلاتے جائیں تاکہ لشکر سے اُنکو گزند نہ پہونچے۔ انند پال اس بات کو غنیمت سمجھا سامان رسد وغیرہ
میں ہمہ تن مصروف ہوا اور کل تاجروں اور بنئے بقالوں کو حکم دیدیا کہ لشکر سلطانی کے لئے غلہ
جمع کرو اور کل اپنے ماتحتوں کو تاکید کی کہ لشکر سلطانی کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے اور
دو ہزار سوار اپنے بھائی کے ساتھ سلطان کی خدمت میں بھیجے اور ایک عرضی لکھی کہ تھانیسر
ہمارا معبد ہے اگر حضور وہاں کی رعایا پر خراج اور محصول مقرر کریں تو بہتر ہے اگر حضور میری درخواست
منظور فرمائینگے تو میں بھی پچاس ہاتھی سالانہ نذر دیا کرونگا سلطان نے اُسپر حکم لکھا کہ بُت پرستی کی

بیخ کنی کرنا اور شرع اسلام کا رواج دینا ہمارا کام ہی۔ جب دلی کے راجہ کو یہ خبر پہونچی تو اُسنے اور راجاؤں کو لکھا کہ محمود لشکر نا معدود سے تھانیسر کی طرف متوجہ ہوا۔ اگر اس سیل کا بندھ نہ باندہو گے تو وہ سب پہ پانی پھیر کر خاک میں ملائیگا۔ یہ راجہ اپنی فوج جمع کرتے ہی رہے کہ تھانیسر میں محمود داخل ہوا اور دل کھول کر خوب لوٹا مارا۔ بتوں کو توڑا۔ سب سے بڑے بُت کو غزنین بھیجا کہ وہاں پیروں کے تلے ہمیشہ روندا جائے۔ غنیمت بے حساب ہاتھ آئی۔ ایک یاقوت ملا جسکا وزن ساٹھہ تولہ تھا +

سلطان نے ۴۰۶ھ میں کشمیر کا ارادہ کیا۔ قلعہ لوہ کوٹ تک آیا۔ یہ قلعہ نہایت مستحکم تھا۔ سلطان نے اسکا محاصرہ کیا۔ جب اس محاصرہ پر مدت گذر گئی اور کشمیر کو کمک اطراف سے بھی پہنچ گئی اور جاڑے اور برف کی بھی بڑی شدت ہوئی تو سلطان نے محاصرہ کو چھوڑا اور غزنین کی راہ لی اس سفر میں لشکر اُس صحرا میں پہونچا جہاں پانی کے سوا اور کچھہ نظر نہ آتا تھا۔ ایک خلق پانی میں ڈوب کر ہلاک ہوئی یہ پہلی دفعہ تھی کہ ہندوستان کے حملوں میں لشکر اسلام پر اس طرح کا صدمہ پہونچا کہ صدہا جانیں ضائع ہوئیں بہت سی مشقتیں اُٹھانی پڑیں اور کوئی مقصد حاصل نہ ہوا۔ اور غزنین سلطان نے نیل مرام پھر آیا +

پنجاب تو مدتوں سے اہل اسلام کے قدموں کا رستہ تھا۔ اب سلطان محمود کے ارادوں کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیسے بلند اور فراخ ہو گئے تھے کہ اُسنے یہ اولوالعزمی کی کہ وسط ہند کا دروازہ اہل اسلام کی فتح و نصرت کے لئے کھولے۔ اُسنے ایک لشکر جرار جمع کیا۔ اُسکو ایک مورخ لکھتا ہی کہ ایک لاکھہ سوار اور بیس ہزار پیادے تھے۔ تاریخ یمینی میں لکھا ہی کہ بیس ہزار سوار ماوراء النہر ہی اس پاس تھے فقط جہاد کے ارادہ سے وہ آئے تھے۔ اس سلطان کی اس فرزانگی کو دیکھئے کہ اُسنے سپاہی ثمرقند اور بخارا اور ان ملکوں کے لئے جو ابھی فتح ہوئے تھے یہ تدبیر نہایت معقول تھی اگر ہمراہ نہ لیتا تو وہ کب اسکے پیچھے نچلے بیٹھتے۔ ضرور ایسا دنگہ فساد پیچھے مچاتے کہ سلطان کو آگے بڑہنا دشوار ہو جاتا پھر اس سپاہ فراوان کو ہمراہ لے کر وہ سات دریاؤں سے ان مقامات سے اُترا جہاں اُن کے پاٹ کم تھے۔ اس مہم میں سلطان جس راہ سے قنوج آیا گیا مورخوں نے مختلف طرح

سے بیان کیا ہے مگر ہم تاریخ یمینی کے موافق اِس سفر کا حال بیان کرتے ہیں سلطان لشکر کو لیکر اول کشمیر میں آیا۔ کشمیر اور غزنین کے درمیان ایسے گھنے جنگل تھے کہ اُنمیں ہوا کا گذر بھی دشوار تھا انمیں جا تو نغمہ سرائی اور غل شور مچاتے تھے سلطان پاس بیس ہزار ماوراءالنہری سپاہی اسلئے آگئے تھے کہ وہ اُنکو کہیں جہاد میں بھیجکر غازی و شہید بناوے سلطان نے اس لشکر کو ہمراہ لے کر قنوج کا ارادہ کیا۔

غزنین اور قنوج کے درمیان گھوڑوں اور اونٹوں کی تین مہینہ کی راہ تھی سو سلطان نے راتدن سفر کرنا شروع کیا وہ دریائے سندہ اُترا پھر جہلم۔ راوی۔ بیاہ ستلج سے عبور کیا۔ یہ دریا ایسے عمیق ہیں کہ اُن میں ہاتھی ڈوب جاتے ہیں اِسسے سمجھ لینا چاہیے کہ اونٹوں اور گھوڑوں پر کیا گذری ہوگی۔ جن ملکوں میں سلطان کا گذر ہوا وہاں کے حاکموں نے اسکی طاعت اختیار کی اور اپنے سفیر بھیجے۔ سیلی پاجانکی بن شاہی بن ہمنی حاکم درہ ہائے کشمیر نے سلطان کو یہ جانا کہ وہ کوئی خدا کا فرستادہ ہے اسکے پاس حاضر ہوا اور راہ نمائی کا ذمہ لیا اور وہ ایک جنگل سے دوسرے جنگل میں لے گیا۔ آدہی رات کو کوچ کا نقارہ بجتا اور دوپہر کے بعد تک منزل طی ہوتی ۲۰ رجب کو شنبہ کو یہ لشکر جمنا پار اُترا + راہ میں سلطان کو ایسے بلند قلعے نظر آئے کہ انکے دیکھنے میں گردنیں پیچھے سے لگ جاتی تہی۔ اب وہ قلعہ برن میں پہنچا (یہ پرانا نام بلند شہر کا ہے) راجہ ہردت کے ملک میں یہ قلعہ تہا جب اُسنے سُنا کہ اس لشکر جرار نے حملہ کیا ہے اپنے میں تاب مقاومت نہ دیکھی وہ دس ہزار آدمیوں سمیت سلطان کی خدمت میں آیا اور اِن سب نے دین اسلام قبول کیا اور بت پرستی کو ترک کیا۔

برن کا فتح ہونا

کچھ توقف کے بعد سلطان قلعہ مہابن کی طرف متوجہ ہوا دہاں کا راجہ کل چند تھا وہ کثرت مال اور رجال اور مملکت پر بڑا مغرور تھا۔ بڑے بڑے راجہ اُس سے لڑتے ہوئے ڈرتے تھے اور اور ایسے قلعے اُسکے پاس مضبوط تھے کہ کبھی اُنکو زمانہ کے ہاتھ سے آسیب نہیں پہونچا تھا وہ اپنے لشکر کو ایک جنگل میں لے گیا کہ اُس میں درخت ایسے گھنے تھے کہ نہ دہوپ جا سکتی تھی نہ ہوا جب سلطان وہاں پہونچا تو اسکا لشکر اس جنگل میں اسطرح گھس گیا جیسے کہ بالوں میں کنگھی جاتی ہے۔

مہابن کی فتح

اور قلعہ کی راہ دریافت کر لی سخت لڑائیاں ہوئیں مگر ہندوؤں کو ہر جگہ شکست ہوئی بہت سے سپاہی اُنکے قتل ہوئے اور کچھ جمنا کے پار چلے گئے غرض اس طرح پچاس ہزار ہندو عرصہ فنا اور ورطہ عنا میں پڑے۔ کلچند نے خنجر کھینچ کر پہلے اپنی بیوی کو مارا اور پھر اپنا سینہ چاک کیا سلطان کو ایک سو اسّی ہاتھی ہاتھ آئے اور بہت سی غنیمت ملی +

جب سلطان کو کلچند کی مہم سے فراغت ہوئی تو وہ متھرا میں گیا وہاں عمارتیں ایسی دیکھیں جنکو یہاں کے لوگ کہتے تھے کہ وہ آدمیوں نے نہیں بنائیں بلکہ دیوتاؤں نے۔ وہاں کی عادتیں بھی ایسی تھیں جو عادات جاریہ کے خلاف تھیں اور اُنکا یقین مشاہدہ ہی سے آسکتا ہے شہر کی فصیل سنگ خارا کی بنی ہوئی تھی اُسکی دو دروازے جمنا کے کنارہ کی طرف ایسے مضبوط بنے ہوئے تھے کہ پانی سے اُن کو آسیب نہیں پہنچ سکتا تھا شہر کے دونو طرف ہزار قصر تھے اور ان میں بت خانے تھے اور دروازے پانوں تک لوہے کی میخوں سے مضبوط کیے گئے تھے یہ سب عمارتیں گچ کی بنی ہوئی تھیں مندروں سے بڑا شہر کے بیچ میں ایک مندر زیادہ عظیم الشان و رفیع البنیان تھا کہ اُسکا بیان ہو سکتا ہے نہ نقشہ کھنچ سکتا ہے سلطان نے شرفائے غزنین کو اس عمارت کی نسبت لکھا ہے کہ اگر ہزار دفعہ ہزار دینار خرچ کئے جائیں اور دو سو برس تک چابک دست کاریگر و سنگکار اُسے بنائیں تو بھی ایسی عمارت نہیں بن سکتی بتوں میں پانچ سونے کے بت تھے ہر ایک پانچ گز لمبا تھا۔ یہ بت ہوا میں معلق لٹکے رہتے تھے اُن بتوں میں سے ایک کی آنکھوں میں یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ ان یاقوتوں سے ہر ایک یاقوت کی قیمت پچاس ہزار دینار سے کم نہو گی۔ ایک بت کی آنکھیں صاف و چمکدار یاقوت ازرق کی تھیں اسکا وزن ساڑھے چار سو مثقال تھا۔ ایک بت کے دو پانوں سونے کے وزن میں چار ہزار چار سو مثقال کے تھے۔ ان بتوں میں کل سونا وزن میں اٹھانوے ہزار تین سو مثقال تھا چاندی کے بت دو سو تھے مگر انکا وزن بغیر توڑے کے نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ ترازو میں بغیر ٹوٹنے کے نہیں رکھے جا سکتے تھے سلطان نے حکم دیدیا کہ سارے بت خانے نفط آگ سے جلا دئے جائیں اس جلانے سے سنگین عمارتوں کا نقصان بہت ہوا ہوگا۔ بعض مورخ لکھتے ہیں کہ سلطان نے بعض مندروں کو حسن کے سبب سے نہ توڑا یا صعانت کے سبب نہ توڑ سکا بعد اسکے سلطان نے قنوج کی طرف کوچ کیا۔ قنوج تصحیف سے قنوج ہوتا ہے یہ فال نیک پہلے سے موجود تھی

سلطان نے اپنے لشکر کا ایک حصہ پیچھے چھوڑا اور تھوڑی سی فوج قنوج کے راجہ جیپال سے لڑنے کی لئے لے گیا۔ راجہ کے ساتھ بھی تھوڑے سپاہی تھے اور وہ اپنے کسی امیر پاس بھاگ کر جانے کو تھا۔ اس ملک میں سلطان نے جس قلعہ کو دیکھا اُسکو گرا کر زمین کی برابر کیا۔ یہاں کے باشندوں نے کیا اسلام قبول کیا یا تلوار لے کر لڑنے کو کھڑے ہوئے بیشمار قیدی اور غنیمت سلطان کو ہاتھ لگی۔ ۸ شعبان ۴۰۹ھ کو سلطان کے قریب پہنچنے کی خبر سُنکر راجہ جیپال گنگا پار بھاگ گیا +

قنوج کی فصیلوں میں سلطان داخل ہوا تو اس میں سات قلعے جُدا جُدا بنے ہوئے تھے اور اُسکے نیچے گنگا بہتی تھی۔ قنوج میں دس ہزار بتخانے تھے جنکو ہندو کہتے تھے کہ دو دو تین تین ہزار برس گذرے ہیں کہ ہمارے باپ دادا نے بنائے تھے سلطان نے ایک ہی دن میں ساتوں قلعے لے لئے اور سپاہ کو حکم اُنکے لوٹنے کا دیدیا باشندے کیا بھاگ گئے یا قتل ہوئے یا اسیر ہوئے +

قنوج کی تعریف ہندو مسلمان دونو کرتے ہیں مگر اسکی وجہ کوئی نہیں معلوم ہوتی کہ یہ شہر کیوں دولت سے مالامال اور باشان وشکوہ گنا جاتا تھا۔ نہ تو وہاں راجہ کا ملک وسیع تھا کہ ہندوستان میں کسی اور راجہ کا نہ ہو نہ اسکی حکومت اور راجاؤں سے زیادہ تھی۔ اس زمانہ میں قنوج کی مورخ یہ بیان کرتے ہیں کہ اُسکی شہر پناہ پندرہ کوس کے گردے میں تھی تیس ہزار تنبولیوں کی دکانیں تھیں راجہ کے پاس پانچ لاکھ پیادے تھے تیس ہزار سوار تھے۔ اسی ہزار زرہ پوش تھے۔ اصل حال معلوم ہونا دشوار ہے مگر ان مورخوں کے بیان میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ فارسی تاریخوں میں تعداد میں ہمیشہ اختلاف ہوتا ہے۔ قنوج کے خواہ پہلے کچھ ہی شان ہو۔ مگر اب یہ قصبہ کہنہ ہے البتہ اسکے گرد عمارات کے کھنڈر باقی ہیں جو ارباب بصیرت کو عبرت دلاتے ہیں اوپر جو بیان قنوج کی فتح کا لکھا ہے وہ تاریخ یمینی سے لکھا ہے اور تاریخوں میں لکھا ہے کہ قنوج کا راجہ کنور رائے سلطان کے لشکر کی عظمت اور شوکت کو دیکھ کر دنگ رہ گیا اور سوا اسکے کچھ بن نہ پڑی کہ رو مال سے ہاتھ باندھ کر مع اپنے اہل و عیال کے سلطان کی حضور میں حاضر ہوا سلطان نے اُس پر بہت لطف و کرم کیا اور کسی طرح کی اذیت نہیں پہنچائی۔ خود تین روز تک مہمان رہا اور اُس سے وعدہ کیا کہ اگر کوئی دشمن تمکو ستائیگا تو ہم خود آنکر تمہاری امداد کرینگے۔ چنانچہ اس وعدہ کا ایفا بھی کیا

جسکا آگے ذکر آئے گا +

پھر سلطان منج کی طرف متوجہ ہوا یہ برہمنوں کا قلعہ مشہور تھا اسکے باشندے شیر بے بہادر تھے۔ وہ مقابلہ کے لیے کھڑے ہوئے مگر جب مقابلہ نہ کر سکے اور انکو یہی یقین تھا کہ مسلمان ہمکو جیتا نہ چھوڑینگے تو وہ فصیلوں پر سے کود کود کر بھاگنے لگے مگر اسطرح کودنے میں پاش پاش ہو کر مر گئے +

یہ شہر منج دے برا نا شہر منجھاؤن یا مجھاون معلوم ہوتا ہے جیکے کھنڈر کانپور سے جنوب میں دس میل کے فاصلہ پر پڑے ہیں وہ قنوجی برہمنوں کا مرکز ہے +

پھر سلطان قلعہ آسی یا اسونی کی طرف متوجہ ہوا یہاں کا حاکم چنڈپل بھور تھا۔ وہ ہندو کے امیروں اور سپہ سالاروں میں سے تھا۔ وہ ہمیشہ فتح پاتا تھا۔ اس قلعہ کے گرد بڑا گھر گھنا جنگل تھا اور اسمیں سانپ بھرے ہوئے تھے جنپر کوئی منتر نہ چلتا تھا اور ایسا اندھیرا رہتا تھا کہ چاندنی آمیر نہیں دکھائی دیتی تھی۔ بڑی چوڑی اور گہری خندق قلعہ کے گرد تھی۔ چنڈپل بھور نے جب سلطان کے آگے بڑہنے کی خبر سُنی تو بڑا ہول اُسکے دل میں اُٹھا اور اُسنے جان لیا کہ موت منہ کھولے میری طرف آرہی ہے اسلیئے وہ بھاگا۔ سلطان نے اُسکے پانچوں قلعوں کے منہدم کرنیکا حکم دیا۔ انہیں کے ملبے کے نیچے باشندے دبے رہ گئے سپاہی قتل اور اسیر ہوئے۔ مال اسباب نکالو ٹا گیا۔ یہ قلعہ اسونی گنگا کے گوشہ شمال مشرق میں فتح پور سے دس میل پر ہے۔ یہ بہت پُرانا شہر ہے اسکو اسونی کما نے جو سورج کا بیٹا تھا بنایا تھا اُسنے یہاں پر بلیدان کیا تھا اور اس شہر کو اپنے نام پر آباد کیا تھا +

جب سلطان نے سُنا کہ چنڈپل بھاگ گیا تو اُسکو افسوس ہوا اور وہ قلعہ شروا کی طرف چلا یہاں کا راجہ چندرائے تھا۔ ہندوؤں میں بڑے رتبے کا راجہ تھا۔ پورجی پال سے ہمیشہ سرحد کی بابت اُس کی لڑائی رہتی تھی اور کشت وخون ہوتا تھا۔ پورجے پال نے اپنے پُرانے دشمن کی بیٹی سے اپنے بیٹے کا پیغام بیاہ کا بھیجا کہ اس رشتہ مندی کے سبب سے ہمیشہ کے لیے رشتہ اتحاد قائم ہوگا۔ اپنے اپنے بیٹے کو بیاہنے کے لیئے رائے چند پاس بھیجا۔ رائے چند نے اُسکے بیٹے کو قید کر لیا اور اُس کے باپ کے سبب سے جو اُسکے نقصان ہوئے تھے اُنکا معاوضہ چاہا۔ پس اب پورجے پال مجبور تھا کہ رائے چند کے قلعہ اور ملک پر حملہ نہیں کر سکتا تھا۔ اپنے بیٹے کو بھی نہیں چھڑا سکتا تھا۔ غرض ان دونوں میں

بھیر چھاڑ ہمیشہ رہتی تھی کہ سلطان محمود اس ملک میں آگیا۔ پورب جے پال تو راجہ بھوج چند پاس جا کر
چھپ گیا مگر چند رائے سلطان سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوا۔ اس اثنا میں بھیم پال نے ایک خط
اسکو لکھا کہ سلطان محمود کا حال ہندوستان کے راجاؤں کا سا نہیں ہے وہ ہندوؤں کا پیشوا نہیں ہے
اسکے باپ کے نام سے فوجیں بھاگتی ہیں بہتر ہے کہ اس سے صلح کیجائے اگر تم اس سے لڑوگے تو دیکھنا
آگے تمہیں اختیار ہے۔ اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو کہیں چھپ جاؤ چند رائے نے بھیم پال کی
صلاح کو مان لیا اور وہ اپنے ہاتھیوں اور خزانوں کو لیکر پہاڑوں میں جا چھپا اس صلاح و
رائے بتانے کا سبب تھا کہ کہیں وہ سلطان کے دام میں نہ پھنس جائے کہ وہ مسلمان ہو جائے جیسے
کہ بھیم پال کے رشتہ دار مسلمان ہوگئے تھے سلطان نے قلعہ شروا کو فتح کر لیا مگر اصل مطلب اسکا یہ
تھا کہ چند رائے کو گرفتار کرے اسلئے وہ اسکی تلاش میں پندرہ فرسنگ ایسی جنگل میں چلا جسکے کانٹوں
سے اسکے لشکر کے آدمی بڑے زخمی ہوئے آخر کو اسنے ۲۵ شعبان ۴۱۰ھ (۶ جنوری ۱۰۱۹ء) کو دشمن
کو جا لیا سلطان نے اپنے دشمنوں پر حملہ کر کے انکو قتل کیا۔ اور تین دن تک مردوں کی تلاشی لوٹ کے
لئے کی بہت سے ہاتھی گرفتار کئے۔ ایک ہاتھی جو اس راجہ کا مشہور تھا وہ خود سلطان کی طرف چلا گیا
جسکا نام خداداد رکھا گیا۔ تمام غنیمت تین ہزار درہم کی ہاتھ لگی اور قیدی اتنے ہاتھ لگے
کہ دو سے دس درہم تک ایک قیدی فروخت ہوتا تھا۔ یہ قیدی غزنین کو روانہ ہوئے دور دور
سے سوداگر انکے خریدنے کو آئے۔ بخارا ماوراءالنہر عراق خراسان ان ہندی غلاموں سے بھر گیا گورے کالے امیر
غریب غلامی میں آکر برابر ہوگئے۔ یہ سروا دہ سیون راہی جو کین ندی کے کنارہ پر کالنجر اور باندہ کے درمیان
واقع ہے یا سرسوا گڈھ ہے جو پہونج ندی کے کنارہ پر کوچ سی کچھ فاصلہ پر ہے جن پہاڑوں میں راجہ چند رائے
جا کر چھپا تھا وہ بندیل کھنڈ کے پہاڑ ہیں انکے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتے کیونکہ جب سلطان محمود
۲۰ شعبان کو قنوج میں آیا تھا اور ۲۵ شعبان کو ان پہاڑوں میں آگیا ہو تو سوا انکے اور پہاڑ نہیں ہو سکتے
سرسوا گڈھ بندیلکھنڈ کے راجاؤں کی تاریخ میں بڑا مشہور مقام ہے اور دو سو برس بعد چند بھاٹ نے
پرتھی راج دہلی کے راجہ کی لڑائیوں میں اس قلعہ کا ذکر کیا ہے کہ اسکی حفاظت میں بہت سے راجہ مارے گئے
۴۱۲ھ میں سلطان نے کشمیر کا قصد کیا کوہ لوٹ کو محاصرہ کیا ایک مہینہ اسمیں صرف کیا مگر قلعہ کو

ایسا مستحکم اور بلند پایا کہ اسکا فتح کرنا اپنے احاطہ قدرت سے باہر دیکھا۔ یہاں سے لاہور کی طرف گیا۔ لشکر کو جوانب و اطراف میں تاخت و تاراج کے لیے بھیجا۔ بہت مال و دولت غنیمت ہاتھ لگی چونکہ جیپال کا پوتا ضعیف ہو گیا تھا اور اجمیر کے راجہ پاس بھاگ گیا تھا اِس لیے سلطان شہر لاہور پر قابض ہوا اور اپنے امرائے معتمد میں سے ایک کو صوبہ پنجاب حوالہ کیا اور اُسکے اضلاع میں اپنے عامل حسب صلاح تدبیر مقرر کیے۔ باج و تاراج کی جگہ ملک گیری اختیار کی ایک لشکر یہاں متعین کیا اور اِس ملک میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اول بہار میں وہ غزنین چلا گیا۔ یہ پہلی دفعہ تھی کہ دریاء اٹک کے جانب شرق میں لشکر اسلام نے سکونت اختیار کی اور یہی ہندوستان میں سلطنت اسلامیہ کی بنیاد تھی +

سلطان نے آب جیحوں سے عبور کیا ماوراء النہر کے سرداروں نے اسکا استقبال کیا۔ ہر ایک نے اپنے مقدور کے موافق پیش کش دی۔ یوسف قدر خاں کہ ترکستان کا بادشاہ تھا استقبال کے لیے آیا سلطان میں اور اُس میں دوستانہ ملاقات ہوئی جشن شاہانہ بڑی تیاریوں سے ہوئے تحفہ تحائف باہم دیے گئے۔ علی تگین کو جب خبر ہوئی تو وہ بھاگ گیا سلطان نے اُسکو گرفتار کر کے ہندوستان کے کسی قلعہ میں محبوس کیا +

کنور راے راجہ قنوج اور سلطان کے باہم عہد ہو چکا تھا کہ اگر کوئی راجہ اُسکو ستائیگا تو وہ اُسکی امداد کریگا۔ اب کالنجر کے راجہ نندا نے اور راجاؤں کو اپنے ساتھ لیکر قنوج کے راجہ کو دبانا چاہا اس راجہ کی اِس حرکت سے کہ محمود کی اُسنے اطاعت کر لی تھی سب راجا متنفر ہو گئے تھے اور اُسپر لعنت ملامت کرتے تھے جب یہ خبر سلطان محمود کو پہونچی تو وہ راجہ کالنجر سے لڑنے کے لیے چلا۔ وسط ہند کی پہلے وہ سیر کر چکا تھا مگر اُسکے آنے سے پہلے ہی راجہ کالنجر نے قنوج کے راجہ کا کام تمام کر دیا۔

غزنین سے جب فوج سلطانی آ رہا تھا تو راجہ جیپال دوم مکھو پورجی پال فارسی کتابوں میں لکھا ہے لشکر سلطانی کا دریاء جمن پر سد راہ ہوا۔ یہ راجہ نندپال کا بیٹا ہمیشہ سلطان کی اطاعت کیا کرتا تھا۔ مگر شامت اعمال جو آئی تو راجہ کالنجر کا طرفدار ہو گیا۔ اِس دریا کی طغیانی لشکر

غزنی کا ایک صوبہ پنجاب کا ہونا

سلطان کا بلخ میں جانا +

تیرہویں مہم راجہ قنوج کی امداد +

سلطانی کی عبور کو مانع ہوئی۔ مگر تہہ امیر دریا سے پار اتر گئے۔ اور راجہ جے پال کے پوتے کو شکست دی۔ اور ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ اور بُت خانوں کو لوٹا۔ غرض وہاں سے نندرائے کے ملک میں سلطان آیا۔ اس راجہ نے بھی لڑائی کے ارادہ سے بڑا لشکر جمع کیا تھا چھتیس ہزار سوار اور پنتالیس ہزار پیادے اور چھ سو چالیس ہاتھی جمع تھے۔ سلطان نے جو کسی بلندی پر چڑھ کر یہ لاؤ لشکر دیکھا تو دل میں پشیمان ہوا کہ میں یہاں کیوں آیا۔ خدا کی درگاہ میں التجا لایا اور فتح اور سلامتی کے لئے گڑگڑایا۔ خدا کی قدرت جب رات ہوئی تو نندرائے پر ایسا خوف عظیم طاری ہوا کہ وہ سب اسباب چھوڑ چھاڑ کر فرار ہوا۔ جب دن ہوا تو سلطان نے یہ دیکھا تو خود گھوڑے پر سوار ہو کر کمین گاہوں کو دیکھا۔ اور پھر دست غارت دراز کیا۔ اور پانچسو اسی ہاتھی یہاں سے اُس کو ہاتھ لگے غرض بعد اس فتح کے غزنین کو مراجعت کی +

اس مہم میں کئی باتیں ایسی ہیں کہ انکا حل ہونا دشوار ہے۔ اول وہ دریا جہاں محمود اُترا کون تھا۔ کوئی دریا رحمن تجویز کرتا ہے۔ کوئی رام گنگا بتلاتا ہے غرض کچھ تحقیق نہیں دوسرے کوئی پورجے پال کو نبیرہ جے پال لکھتا ہے کوئی بیٹا بتلاتا ہے۔ اس مہم کا نام مبہم اب بھی ہے۔ سنہ ۱۰۲۳ء میں سلطان کو خبر لگی کہ قیرات اور ناردین کے آدمیوں نے بغاوت اختیار کی۔ ان دونو دیار کے باشندے بت پرست تھے سلطان نے لشکر جمع کیا اور بہت سے آہنگر اور سنگتراش ساتھ لئے اور اُنکی طرف روانہ ہوا۔ اول قیرات کو فتح کیا۔ یہ ملک قیرات کا سرد سیر تھا۔ وہاں میوے بہت پیدا ہوتے تھے اور ہندوستان اور ترکستان کے درمیان واقع تھا۔ اور وہاں کے باشندے شیر پرست تھے۔ یہاں کے حاکم نے اطاعت کی اور اسلام قبول کیا۔ اور باشندے بھی اپنے حاکم کی تقلید کر کے مسلمان ہوئے۔ حاجب علی بن ارسلان یا صاحب علی بن ایلار کو ناردین کے فتح کرنے کے لئے بھیجا اُسنے قلعہ کو سرسوتی فتح کر لیا اور اس مقام پر ایک قلعہ بنوایا اور علی قدر بن سلجوقی کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اسلام نے اس ملک میں اشاعت پائی۔ اس مہم کی نسبت بہت سے محققین کو اشتباہ ہے۔ اول قیرات اور ناردین کے صحیح نام اور مقام کے دریافت کرنے میں بہت کوشش کی گئی۔ فارسی تاریخوں میں نام ایسی بے پروائی سے لکھتے ہیں کہ وہ

چودہویں مہم قیرات اور ناردین کی مہم +

کچھہ سے کچھہ ہو جاتے ہیں اب دونو مقاموں کے نام مختلف طرح سے لکھے ہیں کوئی قرہت کہتا ہی اور کوئی قیرات اور ناردین لکہتا ہے۔ غرض بعد تحقیق کے یہ صحیح معلوم ہوتا ہی کہ یہ قیرات اور ناردین کا وہ ملک ہو جسمیں سُوات اور باجور اور ایک حصّہ کافرستان کا واقع ہے۔ طبقات اکبری کا بیان ایسا ہے کہ جس سے کچھہ شُبہ نہیں رہتا کہ حقیقت میں یہی مُلک ہے۔ اور بہت سے بودہ موجود ہیں جو یہاں کی شیر پرستی کی شہادت دیتے ہیں بدھ کا نام شاکی سنگہ تھا۔ سنگھہ شیر کو کہتے ہیں اسلئے مسلمانوں نے بودھوں کو شیر پرست لکھا ہے +

بندرہو کا راجہ کالنجر کی تادیب +

۴۱۳ھ ۱۰۲۲ء میں راجہ کالنجر کے تادیب کے واسطے سلطان محمود نے لاہور سے قصد بھر کیا۔ جب سلطان گوالیار پہونچا اور وہاں کا محاصرہ کیا چار روز بعد راجہ نے امان مانگی اور پینتیس ۳۵ ہاتھی نذرانہ میں بھیجے۔ سلطان نے امان دی اور کالنجر کی طرف روانہ ہوا۔ یہ قلعہ سارے ہندوستان میں استحکام کے اندر اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ اُسکا بھی محاصرہ کیا مگر نندا راے نے تین سو ہاتھی ہدیتاً بھیجے اور امان چاہی۔ ان ہاتھیوں پر فیلبان نہ تھے۔ بادشاہ نے ترکوں سے کہا کہ اِن پر چڑہو۔ ترک اُنکو پکڑ پکڑ سوار ہونے لگے۔ ہندوؤں کو بڑا تعجب ہوا۔ راجہ نے ہندی اشعار سلطان محمود کی تعریف میں لکھہ کر بھیجے۔ پنڈتوں سے اُسکے معنی پوچھے اُنکے معنی سُن کر راجہ سے بہت خوش ہوا اور اُس کو پندرہ قلعوں کا حاکم مقرر کیا۔ راجہ نے بھی بہت سے جواہر اور زر نقد اور اسباب اُسکو پیش کش کئے۔ سلطان اب غزنین کو واپس آیا +

سلطان کا حملہ سومنات +

اب محمود کا دل لوٹ مار کے حملوں سے بھر گیا تھا۔ اور ایسی مہموں میں اُسکو مزہ نہ آتا تھا۔ قنوج کی فتح کے بعد جو حملے اُسنے کیے وہ اپنی خوشی سے اُسنے نہیں کیے بلکہ مجبوری تھی۔ اب ساری توجہ اس بات پر تھی کہ اسلام کی اشاعت میں گو وہ کوئی بڑا آدمی گو وہ نہ شمار کیا جائے مگر یہ بات تو حاصل ہو کہ حجت پرستی کے حق میں وہ بالکل مجاہد سمجھا جائے اور بت شکن نام پائے۔ اسلئے اُسنے ارادہ سومنات کا کیا +

یہ حملہ سومنات پر اہلِ اسلام کا ایک مشہور جہاد ہی اب تو ہندوستان کے لوگ سومنات کا مقام بھی نہیں جانتے لیکن وہ اُسوقت میں بڑے تیرتھوں میں گنا جاتا تھا۔ گرہن کے دن لاکھوں آدمی دور دور سے یہاں آتے تھے اور ہندوؤں کا یہ اعتقاد تھا کہ روحیں بدن سے جدا ہو کر

سومنات کی خدمت میں مسلہ آواگون کے موافق آتی ہیں اور سمندر کا جوار بھاٹا نہیں ہوتا بلکہ
سمندر اُسکی پرستش میں اُٹھتا بیٹھتا ہے مقام اس مندر کا وہاں ہے جہاں اب جزیرہ نما گجرات میں
بہا بری وار ہے - وہ مہادیو کا مندر تھا جس مکان میں سومنات تھا وہاں باہر کی روشنی نہ آتی
تھی جواہر اور الماس جو در و دیوار میں جڑے ہوئے تھے - اور جھاڑ و قندیلوں میں لگے ہوئے
تھے - اُنکی جوت اور جگمگاہٹ سے دن رات وہاں برابر تھے - چھپن ستون مرصع جواہرات کے
لگے ہوئے تھے - دو سو من سونے کی زنجیر لٹکتی تھی - اُسمیں گھنٹے اور گھڑیالیں لٹکی تھیں جسوقت پوجا
کا وقت ہوتا تھا وہ بجتے تھے - اُسکے مصارف کے واسطے دو ہزار گانو معاف تھے - دو ہزار برہمن وہاں
محافظت کے واسطے متعین تھے - دروازہ کے سامنے سومنات کھڑا تھا - پورا پانچ گز لمبا تھا - دو گز
زمین کے اندر اور تین گز زمین کے باہر - گنگا اگرچہ چھ سو کوس پر ہے مگر روز تازہ گنگا جل آتا تھا
اور اُس سے سومنات کا اشنان ہوتا تھا - پانچ سو گائنیں اور تین سو گویے تھے کہ پوجا کے وقت
بھجن گاتے تھے اور ناچتے تھے - وہ دولت اس مندر میں جمع تھی کہ کسی راجہ کے خزانہ میں
نہ ہوگی - غرض جب اس مہم سومنات کی غزنین میں تجویزیں ہونے لگیں تو ہزاروں مسلمان ترکستان
اور اور ملکوں سے حرارت مذہبی کے جوش سے ساتھ ہو لئے - اُنکی نہ تنخواہ تھی نہ درماہہ فقط
غنیمت کی اُمید ہمراہ تھی - ماہ ستمبر ۴۱۵ھ ۱۰۲۵ء میں فوج غزنین سے روانہ ہوئی اور ماہ اکتوبر میں
ملتان میں پہونچی - اب یہاں ملتان سے آگے راستہ بالکل جنگل ہی جنگل تھا - نہ راہ میں آدمی ملتا نہ کھانا
پینا - تیس ہزار اونٹوں پر پانی اور غلہ لادا گیا - اور ہر سپاہی پر تاکید تھی کہ وہ اپنے کھانے پینے
کا سامان رکھ لے +

غرض یہ سب سامان درست کر کے ۳۵۰ میل لق و دق میدانوں کو لپیٹ کر اجمیر کے پاس سلطان پہنچا
اگرچہ کوئی راجہ ایسا نہ تھا کہ سلطان کے ارادہ سے واقف نہ تھا - مگر کوئی یہ نہ سمجھتا تھا کہ یہ طوفان
ہم پر بجلی کی طرح آن پڑیگا اور پہاڑ کی طرح آن اڑیگا - اب راجہ اجمیر نے سوا بھاگنے کے
کوئی اپنا چارہ نہ دیکھا - راجہ بھاگا - دار الخلافہ خالی ہوا - اُسکا ہر ایک گھر بے چراغ ہوا - سامنے
تاراگڈھ کا قلعہ نظر آیا - مگر محمود نے اوسکے محاصرہ کو بے سود جانا - اپنا سیدھا سفر منزل بمنزل

طے کرنا شروع کیا۔ راہ میں جو اور قلعے پڑے اُنکو ٹھکراتا ہوا چلا گیا گجرات کے مشہور شہروں میں سے اول وہ انہل واڑہ میں پہونچا۔ اگرچہ راجہ یہاں کا بڑا راجہ تہا۔ مگر سلطان محمود کے سامنے سے بہاگ گیا۔ یہ ایک فتح نمایاں اہلِ اسلام کو حاصل ہوئی۔ مگر محمود نے کچھ اسکا خیال نہ کیا سیدہا سومنات کی دُھن میں چلا گیا۔ خدا نے اُسکو منزل پر پہونچایا یا سمندر کے کنارہ پر ایک قلعہ عالی شان نمودار ہوا سر اُوسکا آسمان سے باتیں کر رہا تہا۔ پانوُں میں اُسکے سمندر لوٹ رہا تہا فصیلوں پر جگہہ جگہہ پہرہ بندی تھی جب مندر والوں نے دیکہا کہ نشان محمودی لہرا رہا ہے اور اُسکے ساتھہ یہ ساز و سامان اور لاؤ لشکر موجود ہے تو دیواروں پر کھڑے ہو ہو کر یہ پُکار پُکار کر کہتے کہ تم اپنے لشکر کے گھمنڈ پر ہم کو لوٹتے آئے ہو اسکی تمکو خبر نہیں کہ ہمارے دیوتا سومنات نے تمکو یہاں بلایا ہی۔ سارے ہندوستان میں شوالے مندر بُت تم نے توڑے ہیں اب اُسکے عوض میں ہمارا یہ دیوتا تمہاری گردنیں توڑے گا۔ ایلچی ایسے ایسے پیغام محمود پاس لائے مگر اُستے کان لگا کر سُنا بھی نہیں کہ کیا کہتے ہو۔ تیوری بدل کر مُنہ پھیر لیا جب دوسرا دن ہوا تو محمود نے اپنے تیر اندازوں کو فصیل کے پہرہ والوں کے جا بھڑایا۔ اِن تیر اندازوں نے وہ تیر برسائے کہ ہندوُنکو فصیل چھوڑتے ہی بنی۔ پہر ہندو اپنے دیوتا کے قدموں پر گر پڑے اور گڑگڑا کے روئے۔ یہ رو رہے ہی تہے کہ مسلمان جھٹ سیڑھیاں لگا کمندیں ڈال فصیلوں پر چڑہ گئے اور تکبیر کے نعرے مارنے شروع کیے۔ راجپوتوں کا حال یہ ہے کہ جیسے وہ جلد سرد ہو جاتے ہیں ویسی ہی جلد حرارت میں بہر آتے ہیں غرض غیرت سے خون اُنکا جوش میں آیا اور مسلمانوں سے ایسا لڑے کہ اُنکے پیر اُکھیڑ دیے مسلمان بہت نقصان اُٹھا کر اُلٹے پھرے مسلمانوں نے تیسرے روز پہر حملہ کیا اور بہت سا نقصان اُٹھایا۔ اور جب محمود نے بڑے زور سے حملہ کیا اور زینے لگا کر فصیل پر لشکر چڑہایا۔ تو مندر والوں نے اپنی بہادری سے اُنکو سر کے بل گرایا۔ اُسے خوب معلوم ہو گیا کہ وہ اپنے مندر کی حمایت میں آخر دم تک لڑنے کو موجود ہیں اب آس پاس کے راجہ مندر چھڑانے کے لیے جو جمع ہوئے تھے اُنھوں نے باہر اپنے لشکروں کی صفیں آراستہ کیں محمود بہی محاصرہ چھوڑ کر اُنکے دشمنوں سے

لڑنا پڑا دونو لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی لڑائی ترازو کی تول تھی - یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ کسطرف
کا پلہ بھاری ہے کہ ہندوؤں کیطرف اہل واڑہ کا راجہ بہت سی فوج لیکر آموجود ہوا - اب ہندوؤں
کا پلہ بھاری معلوم ہونے لگا - اور یہ وہم ہونے لگا کہ لشکر اسلام ضعیف ہو گیا - سلطان محمود
مضطرب ہوا - ایک سناٹے کی عالم میں تھا - کہ دیکھیے کیا خدا دکھاتا ہے - خدا کی درگاہ میں
التجا لایا - اور عجز و نیاز سے دعائیں مانگیں اور خرقہ شیخ ابو الحسن خرقانی پہنا - بعد ازاں
گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی فوج کے دل بڑھانے لگا - سپاہ جو اتنے دنوں سے سلطان محمود
کے ہمرکاب لڑتی ہو وہ ایسے وقت میں چھوڑ کر کہاں جا سکتی تھی غرض سب نے ایک دل و
جان ہو کر اور تکبیر کہہ کر ایسا قدم بڑھایا کوئی اسکو روک نہ سکا - پانچ ہزار ہندوؤں کو قتل کر ڈالا
ہندو بھاگ کر مندر میں گھسنے لگے اور ایسی ہیبت لشکر اسلام اُنکے دل میں بیٹھی کہ مندر کے
سپاہیوں کو بھی بچنے کی اُمید نہ رہی چار ہزار سپاہی دل کر کے باہر نکلے اور کشتیوں میں بیٹھ کر گنگا
بھاگنے کا ارادہ کیا مگر محمود نے اُنکے پکڑنے کے واسطے کشتیاں چھوڑیں اُنمیں سے کچھ مارے
گئے - کچھ جان بچا کر چلے گئے - کچھ ڈوب کر مر گئے + بعد اس فتح کے محمود مندر کے اندر
داخل ہوا - اور سومنات کی ناک تبر سے اُڑا دی اور توڑنے کا حکم دیا - تو پجاری بیچارے
دوڑ کر پاؤں میں گر پڑے اور عرض کرنے لگے - اگر جناب عالی اِس مورت کو نہ توڑیں تو اُسکے
عوض میں جسقدر روپیہ فرمائیں ہم لوگ اُسکو نذر دیں یہ بات سنکر سلطان نے کچھ تامل کیا
اور پھر فرمایا کہ میرے نزدیک بت فروش نام پانے سے بت شکن نام پانا بہتر ہے - یہ کہہ کر
اُس پتھر کی مورت پر ایک گرز ایسا مارا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی حسب اتفاق اُسکے پیٹ میں
اسقدر ہیرے موتی اور جواہرات بیش بہا نکلے کہ اُس نذرانہ کی اُسکے آگے کچھ اصل نہ تھی - یہ
دیکھ کر محمود باغ باغ ہو گیا - دو ٹکڑے اُسکے مدینے بھیجے - دو غزنین کو بھجوائے جنمیں سے ایک
جامع مسجد میں اور ایک دیوان عام کے دروازہ پر ڈال دیا - کہتے ہیں کہ اس مہم میں کم از کم
دس کروڑ روپیہ کا مال اُسکو ہاتھ آیا ہو گا ایسی غنیمت عمر بھر ہاتھ نہیں لگی تھی - اہل واڑہ
کا راجہ پرم دیو گندابہ کے قلعہ میں پناہ گیر ہوا - یہ قلعہ سمندر میں تھا جب سمندر کا پانی اُترتا

تو اس تک رسائی ہوئی۔ محمود نے لشکر بھیجا۔ اوسنے قلعہ فتح کر لیا۔ مگر راجہ ہاتھ نہ آیا۔ بعد ان فتوحات
کے محمود انہلواڑہ میں آیا۔ اور ساری برسات یہیں کاٹی۔ اس ملک میں آب ہوا کی صفائی
اور آدمیوں کی حسانت اور دل آرائی۔ اور زمین کی شادابی۔ اور پانی کی روانگی کو دیکھ کر یہ خطہ
اُسکو پسند آیا۔ اور ارادہ کیا کہ غزنین مسعود کو دیدیجے۔ اور اپنا یہاں جدا دار الخلافہ بنائیے
اور سلطنت کو بڑھائیے محمود کی اس عالی حوصلگی کو دیکھنا چاہیے کہ وہ سکندر ذو القرنین بنا
چاہتا تھا۔ یہاں رہنے سے یہ مطلب تھا کہ جہاز و نکا بیڑا تیار کرے اور لنکا اور پیگو کو فتح کرے
اور وہانکے سونے اور جواہرات کی کانوں سے متمتع ہو۔ غرض ان خیالات سے یہاں رہ جانے کا
ارادہ کیا تہا۔ مگر اُسکے شیر دلونے اُسے ڈہیلا کر دیا۔ اُنہوں نے عرض کی کہ خراسان کو کس محنت اور
جان کاہی سے صاف کیا۔ اُسکو چھوڑنا اور گجرات کو دار السلطنت مقرر کرنا مصلحت ملکی نہیں ہے
اس بات کو سلطان نے مان لیا اور مراجعت کا ارادہ کیا۔

سلطان نے فرمایا کہ کسی ایسے شخص کو منتخب کرو کہ جسکو یہاں مملکت اور حکومت سپرد کر جائیں بہت
امیروں نے آپسمیں مشورہ کیا۔ اور عرض کیا کہ اس ملک میں پھر ہمارے آنے کا اتفاق نہ ہوگا یہیں کے
کسی شخص کو حاکم مقرر کرنا چاہیے۔ اہالیان سومنات سے اس معاملہ میں کچھہ گفتگو ہوئی۔ اُنہوں نے
کہا کہ سب سے اچھا حسب و نسب اس ملک میں دابشلیموں کا ہے۔ اور اُنمیں سے ایک شخص یہاں ریاضت
میں مشغول ہے۔ اگر اُسکو یہاں کی سلطنت عنایت کیجیے تو بہتر ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ دابشلیم برا تند خو
ہے۔ یہ ریاضت اُسکی عصمت بی بی از بے چادری ہے جب اُسکو لڑائی جھگڑے سے ملک ہاتھ
نہ آیا تو یہ سانگ بھرا۔ ایک اور دابشلیم ہے وہ بہت عاقل اور دانا ہے اور ایک دیار میں حاکم بھی ہے
اور سب اُسکی بات مانتے ہیں اگر سلطان اُسکے نام فرمان بھیجے تو وہ سر آنکھوں سے حاضر ہوگا
وہ یہاں خوب راج کریگا۔ اور آپکا خراج اور باج ادا کرتا رہیگا۔ سلطان نے ارشاد فرمایا کہ کسی ملک
کے حاکم کو یہاں بلا کر راجا بنانا نامناسب ہے۔ دابشلیم مرتاض ہی کو یہاں کا بادشاہ بنا دیا
اس دابشلیم نے عرض کی کہ ایک دابشلیم میرا دشمن ہے جسوقت حضور یہاں سے تشریف فرما ہوئے
وہ مجھے دبا کر ملک چھین لیگا اسلئے بہتر ہے کہ اُسکو میرے حوالہ کیجیے۔ سلطان نے اس دابشلیم کا ملک

محمود کا یہاں دابشلیم کو مقرر کرنا

لے لیا۔ پہلے یہاں دستور تھا کہ بادشاہ کو مارا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اپنے تخت کے نیچے نہایت تنگ اور تاریک گھر بناتے اور اُسکے اندر ایک سوراخ رکھتے۔ اُسی میں سے دانہ پانی راجاؤں کو قید کرکے دیتے۔ ابتک مکان تیار نہ تھا اِسلیئے دابشلیم مرتاض نے عرض کی کہ دوسرے دابشلیم کو آپ ہمراہ لے جایئے اور جب میں مانگوں تو اُسے میرے حوالہ کیجیئے۔ خدا کی قدرت جب یہ دابشلیم غزنین سے گجرات کو آیا تو دابشلیم مرتاض اندھا ہوگیا تھا۔ اِسلیئے وہی قیدی گجرات کا راجہ ہوا اور جو گھر اُسکے قید کرنے کے لئے بنایا تھا اُس میں یہ دابشلیم مرتاض قید ہوا۔ سچ ہے چاہ کن را چاہ در پیش +

اب جیسا اس ملک میں آنا دشوار تھا ایسا ہی اُلٹا جانا مشکل تھا۔ جس راہ سے آیا تھا وہاں اجمیر اور انہلواڑہ کے راجاؤں کی فوجیں کیس میں بیٹھی تھیں۔ سلطان کی فوج نے کیسے کچھ مصائب اُٹھائے تھے اور کیا کیا لڑائیاں لڑی تھیں اُس سبب سے وہ کم ہوگئی تھی سلطان جنگ کرنی مصلحت نہ جانتا تھا۔ اِسلیئے وہ اُس راہ سے نہ گیا جس راہ سے آیا تھا۔ بلکہ بیابان اور ریگستان سندھ کی راہ اختیار کی اور ملتان جانیکا قصد کیا۔ راہبر ساتھ لئے۔ مگر راہبر نے راہ نہ بتائی بلکہ راہ سے بے راہ۔ اور گمراہ کیا اور ایسی راہ پر ڈال دیا جہاں پانی کا پتا نہ تھا جب رات دن سفر ہوا اور پانی نہ ملا تو ایک تلاطم سارے لشکر میں پڑ گئی۔ راہبر سے پوچھا کہ پانی کہاں ملے گا اُسنے جواب دیا کہ میں سومنات کا فدائی ہوں مجھے اور تیرے لشکر کو ایسی جگہہ لایا ہوں کہ بن پانی مارون سلطان نے غضب میں آکر اُسکو وہیں مار ڈالا۔ پانی کی تلاش میں اِدہر اُدہر پھرتا تھا کہ مرغان آبی نظر آئے۔ اُسے یقین ہوا کہ جہاں یہ جانور ہونگے وہاں پانی ضرور ہوگا غرض اُسنے ایک چشمہ کا پتا مشکل سے ملا۔ اُس صدمہ میں بہت سے آدمی مر گئے۔ کچھہ دیوانے ہوگئے۔ راہ کی مصیبتوں کے بیان کرنے کے لئے ایک دفتر چاہیے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ملتان کی راہ سے سلطان غزنین میں پہونچ گیا۔ اور اسی سال میں خلیفہ القادر باللہ عباسی نے اُسکو لقب کہف الدولت والاسلام عطا فرمایا۔ اب اس مہم میں یہ باتیں قابل غور کے ہیں۔ اول گندابہ جسمیں راجہ انہلواڑہ کا جاکر چھپا گیا مقام ہے۔ فارسی تاریخوں میں اُسکے نام مختلف طرح کے لکھے ہیں خالیا

بیان اُن مصائب کا جو سلطان محمود کو واپس جاتے ہوئے راستہ میں پیش آئیں +

وہ کھانڈ اوار کاٹھیاوار میں ہے - دوم سومنات کی تحقیقات جو تاریخ فرشتہ میں لکھی ہے کہ وہ مرکب سوم اور نات سے ہے بعد سوم نام پادشاہ کا ہے جسنے اُسے بنایا تھا - اور نات اُس بت کا نام ہے - یہ دونو علم ملکر نام بت اور بتخانہ اور شہر کا ہوگیا ہے اور نات کے معنی ہندی میں بزرگ کے لکھے ہیں اُسنے قیاس جگناتھ پر کیا ہے مگر یہ اُسکے غلطی ہے - اصل یہ ہے کہ سنسکرت میں سوم چاند کو کہتے ہیں مہادیو کی پرستش اس سوم نات کی نام سے بھی کیجاتی ہے - اسلئے اُسکو سومنات کہتے تھے - چاند کی پہلی اور چودہویں تاریخ کو اُسکا اشنان بڑے دہوم دہام سے ہوتا تھا شاید اسلئے اُسکو سومنات کہتے تھے - پہلے مورخوں نے کچھہ اس بت کے اعضا اور خط و خال نہیں بیان کئے وہ لنگ کی شکل تھا - اسمیں آنکھہ ناک کچھہ نہ تھے اور لنگ ٹھوس ہوتا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مورخوں کا لکھنا کہ تبر سے ناک اُڑائی - اور گرز سے پیٹ کو توڑا - اُسمیں سے جواہرات نکلے غلط ہے - ابو ریحان بیرونی کا لکھنا صحیح معلوم ہوتا ہے - اُسکے سر کے اوپر یعنی لنگم پر سونے کی پوشش اور جواہرات جڑے ہوئے تھے +

تاریخ فرشتہ میں جو حال سومنات کے توڑنے کا لکھا ہے وہ ایک کہانی بے اصل گھڑی ہوئی رہی ہے مگر وہ دلچسپ ایسی ہے کہ ان مورخوں نے جو تحقیق سے غرض نہیں رکھتے نقل کردیا ہے - ابو ریحان بیرونی نے صحیح لکھا ہے کہ سومنات لنگ تھا - یہ ہر شخص دیکھہ سکتا ہے کہ لنگ کی پیٹ نہیں ہوتا جو اوسمیں جواہر بھرے جاتے ہندوستان میں بارہ مندر لنگ کے ہیں اُنمیں سے ایک یہ سومنات بھی تھا +

جیسی فارسی تاریخوں میں سومنات کے پیٹ سے جواہر نکلنے کی کہانی لکھی جاتی ہے انگریزی تاریخوں میں اس سے زیادہ بیہودہ یہ کہانی گھڑی جاتی ہے کہ سومنات کا دروازہ صندلی محمود غزنین لے گیا تھا جسکو ۱۸۴۲ء میں سرکار انگریزی بڑی دہوم دہام سے غزنین سے ممالک شمالی میں لائی اور اُسکو اپنی فتح کا نشان بنایا

بعد ان تکالیف کے بھی سلطان محمود کو چین نصیب ہوا - اور ایک دفعہ ہندوستان میں آنا پڑا سومنات سے جب وہ الٹا آتا تھا - تو سپاہ محمود کے تکلیف رساں اور مزاحم جود کے جاٹ ہوئے تھے - وہ بہت سی فوج لیکر ملتان کی طرف گیا اور ایک بیڑہ چودہ سو کشتیوں کا بنوایا اور ہر کشتی میں

سومنات کا صندلی دروازہ

تین شاخ آہنی لگائیں دو ادہر ادہر اور ایک پیشانی پر غرض یہ کشتیاں ایسی بنیں کہ جو کوئی
انکے سامنے آئے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے ہر کشتی میں بیس تیرانداز تھے اور اُن پاس
تیر اور نفط اور قارورہ موجود تھے اس بیڑے میں سوار ہو کر جاٹوں پر حملہ کیا جاٹوں نے
اس بیڑہ کی خبر پاکر اُن جزیروں میں پناہ لی جو دریائے اٹک کے چھوٹے چھوٹے دھاروں سے
بن گئے تھے۔ اور وہ دھاریں پایاب تھیں اور اُنکے ذریعہ سے جزیروں میں آمد و رفت اور دشمن
کے صدمہ سے بچنا آسان تھا۔ جاٹوں نے بھی بعض کہتے ہیں کہ چار ہزار اور بعض کہتے ہیں کہ آٹھ ہزار
کشتیاں تیار کرائیں اور خود مسلح ہو کر اُنمیں مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آمادہ ہوئے۔ اب یہ دونوں
بیڑے آپسمیں خوب لڑے۔ جاٹوں کی کشتی جو محمود کی کشتی پاس آتی تھی وہ ان آہنی شاخوں
سے پاش پاش ہو جاتی تھی۔ بہت سے جاٹ ڈوب کر مر گئے۔ اور بعض تلواروں کے نیچے آئے
اب فوج سلطانی وہاں پہونچی جہاں جاٹوں کے اہل و عیال چھپے تھے۔ اُنسے ان سب کو
قید کر لیا۔ بعد اس فتح کے سلطان نے غزنیں کو مراجعت کی +

اب محققین تاریخ اس میں شبہ نہیں کرتے کہ سلطان محمود جاٹوں سے لڑنے آیا کیونکہ
لاہور کی سلطنت بگڑنے پر یہ جاٹ ضرور متمرد ہوئے ہونگے۔ اور زور پکڑ کر لوٹ مار شروع
کی ہوگی۔ بلکہ ایک فقرہ کامل التاریخ میں یہ لکھا ہے کہ مسلمانوں کی ریاست منصورہ پر جاٹوں
نے حملہ کیا اور وہاں کے رئیس کو اپنے مذہب سے منحرف ہونے پر مجبور کیا۔ یہ تحقیق نہیں معلوم ہوتا
کہ ملتان کے پاس پہاڑوں میں وہ کہاں سے کہاں تک پھیلے ہوئے تھے۔ غالباً نمک سار پہاڑوں کا
سلسلہ انکا ملجا اور ماوا ہوگا۔ جن جاٹوں نے محمود کا مقابلہ کیا وہ شمال مشرق میں زیادہ
پھیل گئے ہونگے جسسے انکا صاحب قوت ہونا معلوم ہوتا ہے محققین اس بیڑے میں شاخ لگانے
لگاتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ دریا ایسا وسیع نہ تھا کہ اسمیں یہ بیڑے سما سکتے۔ کوئی کہتا ہے کہ اسقدر
کشتیوں کا جمع ہونا ممکن نہ تھا۔ ایک بڑا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ محمود نے گجرات سے مراجعت میں سختیاں
و مصیبتیں اٹھائیں اُسنے دریائے سندھ سے کیوں فائدہ نہ اٹھایا۔ اگر وہ ایسا بیڑا بنا سکتا تھا تو ضرور وہ ان
ان مصائب کے دور کرنیکے لئے اُسے بناتا۔ یہ بھی نہ تھا کہ وہ اس راہ سے ناآشنا تھا محمد بن قاسم کی

سلطان محمود کا رے پر قبضہ کرنا اور ملک عراق و ایران کا فتح ہونا +

پہات سے اور افغانوں کی قربت کے ضرور اُس کو اطلاع ہوگی +

۴۱۸ھ میں سلطان محمود نے ابوالحرب ارسلان کو امیر طوس مقرر کیا کہ دریائے اموںیہ (جیحون) سے سلجوقی اُتر کر ملک میں فساد کرتے ہیں اُنکا استیصال کرے۔ امیر طوس نے جنگہائے عظیم کے بعد لکھا کہ جبتک سلطان خود یہاں رونق افروز نہ ہونگے سلجوقیوں کا فساد مٹنا ممکن نہیں۔ یہاں رے میں مجدالدولہ بن فخرالدولہ کی صغیر سنی کے سبب اُسکی ماں سیدہ سلطنت کرتی تھی اور روز دربار کرتی۔ پردہ کے پیچھے بیٹھ کر وزراء سے باتیں کرتی۔ اطراف سے جو خطوط آتے اُنکا جواب بغیر کسی مدد کے لکھوا دیتی سلطان محمود نے اُس کو خط لکھا کہ سکہ و خطبہ اُسکے نام کا اپنے ملک میں جاری کرے یا جنگ کے لئے آمادہ ہو۔ سیدہ نے جواب میں لکھا کہ جب تک میرا شوہر زندہ تھا مجھے اندیشہ تھا کہ اگر سلطان یہ فرمائیگا تو کیا تدبیر کرنی ہوگی مگر اب مجھے کچھ اسکا فکر نہیں ہے سلطان عاقل و فرزانہ ہے اور جنگ و سرد ارد۔ اگر مجھ پر ظفر ہوئی تو سلطان کا اس سے کچھ نام نہ ہوگا کہ ایک بیوہ عورت پر فتح پائی۔ اور اگر مجھ سے شکست پائی تو قیامت تک اس بدنامی کا داغ محو نہیں ہوگا ع چہ مردی بود کز زنے کم بود + سلطان اس جواب کو سنکر اُسکی خصومت سے درگذرا مگر جب وہ مرگئی اور مجدالدولہ کو اختیار ہوا تو ملک میں ہرج مرج ہونے لگا ۴۲۰ھ کے اوائل میں غزنین سے عراق کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ مازندران میں جب آیا تو شمس المعالی قابوس سلطان سے ملا۔ اور بہت تحفے تحائف نذر میں دئے۔ بعد چند روز کے وہ کسی توہم کے سبب اپنے ملک کو چلا گیا اور سلطان کے پاس چار ہزار دینار اور مایحتاج سپاہ بھیج گیا اور معذرت نامہ ایسا لکھا کہ سلطان بھی اُسکے پیچھے نہیں پڑا۔ مجدالدولہ کتابیں بہت پڑھا کرتا تھا۔ اُسنے بھی سلطان محمود پاس خط اپنی سپاہ کی شکایت میں لکھا سلطان کو جب حال معلوم ہوا تو ایک لشکر گراں رے کو روانہ کیا اور امیر لشکر کو ہدایت کی کہ ایسی سعی کریں کہ مجدالدولہ خود مقید ہوجائے جب لشکر سلطانی رے میں آیا تو مجدالدولہ لینے ملا۔ حاجب سلطان کہ امیر لشکر تھا اُس نے مجدالدولہ اور اُسکے بیٹے ابودلف کو گرفتار کرلیا۔ جب سلطان کو یہ خبر ہوئی تو وہ بلا توقف رے میں آیا۔ اور خزانہ رے سے بہت دولت و جواہر اور جامہ ابریشمیں سلطان کے پاس لائے سلطان نے مجدالدولہ کو بلا کر پوچھا کہ شاہنامہ کہ تاریخ ملک فارس ہے اور تاریخ طبری جسمیں ارباب اسلام کی وقائع لکھی ہیں پڑھی ہیں اُسنے کہا کہ ہاں

سلطان نے پوچھا کہ شطرنج بھی کھیلی ہے کہا ہاں پھر سلطان نے کہا کہ کسی کتاب میں یہ بھی پڑھا ہے کہ ایک ملک میں دو بادشاہ حکومت کرتے ہوں اور بساط شطرنج میں دو شاہ ایک خانہ میں ہوں۔ اُسنے کہا کہ نہیں سلطان نے کہا کہ پھر تو نے کس واسطے اپنا اختیار دوسرے شخص کو دیدیا جو تجھسے زیادہ با اقتدار تھا غرض مجد الدولہ اور اُسکے بیٹے اور نواب کو قید کرکے غزنین روانہ کیا اور خلیفہ قادر باللہ عباسی کو نامہ لکھا کہ ہم نے رَے میں آکر مجد الدولہ کو گرفتار کیا۔ اُسکے گھر میں پچاس عورتیں تھیں جنمیں سے تیس کے اولاد تھی۔ اُسسے سوال کیا کہ اتنی بیویاں کس مذہب کے موافق تو نے کیں اُسنے جواب دیا کہ ہمارے اسلاف کی یہی عادت اور رسم تھی۔ ایک جماعت فرقہ باطنیوں کی اُسکی ملازم تھی اُنکو سب کو دار پر کھینچا اور رَے میں جو معتزلہ تھے اُنکے کوچے لگا کے خراسان بھیجدیا۔ کہتے ہیں مجد الدولہ کے کتب خانہ میں کتابیں بہت تھیں اُنمیں سے جن کتابوں میں اقوال اہل اعتزال اور حکما کے تھے اُنکو جلادیا باقی کتابوں کو خراسان بھیجدیا۔ اور سلطان مسعود کو رَے اور سپاہان سپرد کرکے اور ایران فتح کرکے غزنین آیا +

نامہ خلیفہ مشتمل بر القاب

جس سال میں سلطان سومنات سے پھرا ہے خلیفہ القادر باللہ عباسی نے سلطان محمود کو القاب نامہ لکھا۔ اور خراسان۔ ہندوستان۔ نیمروز۔ خوارزم کا لوا بھیجا اور سلطان کو کہف الدولہ والاسلام کا اور اُسکے بیٹے مسعود کو شہاب الدولہ و جمال الملۃ کا اور دوسرے بیٹے امیر محمد کو جلال الدولہ و جمال الملۃ اور اُسکے بھائی امیر یوسف کو عضد الدولہ و موید الملۃ کا لقب دیا اور یہ بھی اجازت دی کہ جسکو چاہو اپنا ولی عہد مقرر کرو یہ نامہ سلطان کے پاس بلخ میں پہونچا +

سلطان محمود کے حملوں کا نتیجہ

پچیس برس کے عرصہ میں جو سلطان محمود نے ہندوستان پر سترہ حملے کیے اِن سب کا نتیجہ یہ تھا کہ پنجاب کے مغربی اضلاع دولت غزنویہ کے تابع ہوگئے۔ مشرق میں قنوج میں اور جنوب میں گجرات میں سلطان کی تاخت و تاراج کی یاد باقی رہی سلطان نے ہندوستان پر مستقل سلطنت کرنے کا قصد نہیں کیا۔ پنجاب سے باہر جو اُسنے مہمات کیں اُنکا مقصود فرمانروائی کرنے سے زیادہ بُت شکنی اور دولت گھسیٹنی تھی۔ باپ نے تو صرف پشاور میں چھاونی ڈالی تھی بیٹے نے پنجاب کو سلطنت غزنویہ کا ایک تابع صوبہ بنادیا +

سلطان محمود کی سلطنت کے مختلف حصوں میں مختلف قوموں کے ساتھ +

اہل عرب اور ایرانی اور ترک خواہ وہ شہروں میں بستے ہوں یا صحرا نشین ہوں سلطان کی پوری پوری اطاعت کرتے تھے۔ بہت سے فرماں جو خود مختاری کے درجہ پر پہونچے ہوئے تھے وہ بھی اُسکے حکم کو مانتے تھے۔ غرض جب دیکھا جاتا ہے کہ کہاں کہاں مختلف قومیں اُس کے زیر فرمان تھیں تو اُسکے جاہ و جلال کا اندازہ ہوتا ہے کیسا بلند پایہ تھا۔

محمود اپنی خاص حفاظت کے لئے ترکی غلاموں کا پہرہ چوکی رکھتا تھا اور اس میں تاتاری سپاہی بھی ہوتے تھے۔ اُسنے اپنی سلطنت کے مختلف حصوں میں فوج بھرتی کی تھی اور وہ سب ایک نگاہ سے دیکھتا تھا۔ اور سب کو برابر جانتا تھا۔ اُسنے ان سپاہیوں کے افسر ایسی فراست سے مقرر کئے تھے کہ جنکی ماتحتی میں سپاہ کام بہت دیتی تھی ہماری سپاہ میں اُنکے موروثی افسر تھے جو کبھی اُنکو بغاوت نہیں کرنے دیتے تھے اکثر سپاہیوں کے افسروں کے ناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ترکی تھے۔ اُس نے بڑی وسیع سلطنت کا انتظام بہت تھوڑی فوج سے کر لیا تھا۔ ضرورت کے وقت فوج بھرتی کر لیا کرتا تھا۔ اگرچہ محمود کی فوج بیل کہیں یہ ذکر نہیں آیا کہ ہندوؤں کی فوج نے بھی کوئی کام اُسکی زندگی میں کیا مگر بعد اُسکے غزنین کے انقلابات عظیم میں ہندی سپاہ نے بڑے بڑے کارنمایاں کئے سلطان جب تک زندہ رہا ہندوؤں سے خدمت کا کام لیتا رہا۔ کچھ مذہب و دین کا خیال نہیں کیا۔ اگرچہ اُسکی سپاہ میں ترکی سب مسلمان تھے مگر اُنکے نام مسلمانوں کے سے نہ تھے جس سے شبہ ہوتا ہے کہ وہ ترک بُت پرست تھے۔ مگر ناموں سے ایسا سمجھنا غلط ہے۔ ترکوں نے اسلام اختیار کیا لیکن اپنے نام رکھنے کا قدیمی طریقہ نہیں چھوڑا +

سلطان محمود کی وفات +

سلطان محمود دو سال سے اسہال یا سوء القنیہ میں مبتلا تھا۔ مگر اس مرض کی حالت میں وہ سارے کام کرتا تھا جو صحت کی حالت میں کرتا۔ ہر چند طبیب اُسکو منع کرتے تھے مگر وہ مانتا نہ تھا۔ آخر مرض نے وہ زور پکڑا کہ جینے کی آس نہ رہی۔ ۲۳۔ ربیع الاول ۴۲۱ھ مطابق ۹ اپریل سنہ ۱۰۳۰ میں ۶۳ برس کی عمر میں پیغام اجل آ گیا۔ کہتے ہیں کہ دو دن مرنے سے پہلے حکم دیا کہ سارے جواہر خانے اور دولت کے خزانے باہر لا کر سجاؤ۔ جس وقت ایک میدان میں شامیانے کے نیچے یہ نفائس سجائے گئے وہ ایک چمن معلوم ہوتا تھا۔ وہ سلطان محمود جو اقبال کے گھوڑے پر ہمیشہ سوار

رہتا تھا۔ ایک پالکی میں پڑا ہوا نیم جان آیا۔ چہرہ پر مُردنی کی زردی چھائی ہوئی تھی۔ چار سوار کار سلطنت ایک سکتہ کے عالم میں کھڑے تھے۔ محمود چاروں طرف ان چیزوں کو دیکھتا تھا۔ اور سرد آہیں بھرتا تھا اور روتا تھا بعد ازاں حکم دیا کہ ان خزانوں کو لے جاؤ۔ پھر وہ ایک میدان سبز میں گیا اور حکم دیا کہ اصطبل سے اسپان تازی اور فیل خانہ سے فیلان کوہ پیکر اور شتر خانہ سے شتران قوی ہیکل نکالے جائیں۔ یہ بھی مرصع جھولوں میں ایک طلسم کا عالم دکھا رہے تھے۔ اُنکو بھی دیکھ دیکھ کر زار زار رویا مگر حیف ہے کہ اسوقت ایک پیسا کسی شخص کو ہاتھ اُٹھا کر نہ دیا۔ سلطان محمود کا یہ قطعہ مشہور ہے قطعہ

ہزار قلعہ کشادم بیک اشارت دست ۔۔۔ بسے مصاف شکستم بیک فشردن پائے

چو مرگ تاختن آورد ہیچ سود نداشت ۔۔۔ بقا بقائے خدا است و مُلک مُلک خدائے

آخر عمر میں سلطان کو خبر ہوئی کہ ایک شخص نیشاپور میں دولت رکھتا ہے اُس کے حاضر ہونے کا حکم صادر فرمایا جب وہ حاضر ہوا تو سلطان نے فرمایا کہ مجھے خبر لگی ہے کہ تو ملاحدہ اور قرامطہ میں سے ہے۔ اُسنے جواب دیا کہ میں نہ ملحد ہوں نہ قرمطی ہوں یہ دو تو عیب نہیں مگر ایک بڑا بھاری عیب ہے کہ میں دولتمند ہوں جو کچھ میرے پاس ہے وہ حضور لے لیں مگر مجھے بدنام نہ کریں۔ سارا مال اُسکا لیکر فرمان اسکے ایماندار ہونے کا سلطان نے لکھ دیا +

ایک دفعہ سلطان پاس ایک دادخواہ آیا۔ اُسپر التفات فرما کر حال پوچھا وہ بولا کہ میرا حال اس جلسہ میں کہنے کے قابل نہیں۔ خلوت میں چلئے تو عرض کروں اُسوقت سلطان خلوت میں لے گیا۔ وہاں عرض کی کہ آپکا خواہر زادہ میری بی بی کے پاس آتا ہے اور شب بھر رہتا ہے اور مجھے مار کر نکال دیتا ہے اسکا انصاف آپکے اعیان دولت سے چاہا۔ مگر کسی نے کچھ نہ سُنا اب آپ انصاف کیجئے نہیں خدا انصاف کرنے والا ہے۔ اس کہنے سے سلطان کو رونا آگیا اُسنے کہا کہ تو نے مجھ سے پہلے کیوں نہ کہا۔ اُسنے عرض کیا کہ بھلا میرے تئیں یہاں کون آنے دیتا ہے آج بھی نہیں معلوم کہ کیا اتفاق ہے کہ میں حضور تک پہونچ گیا۔ سلطان نے فرمایا کہ جسوقت وہ شخص تیرے گھر میں آئے مجھے اطلاع کر۔ اور اُسکو اطلاع کرنے کا طریقہ بھی بتلا دیا غرض تیسرے روز دادخواہ پھر آیا محمود تلوار ہاتھ میں لیے اُسکے ساتھ ہوا۔ اور اُسکے مکان پر پہونچا۔ دو نو سیاہ کاروں کو

حکایات عجیب جو سلطان محمود کی خصلات و عادات و اطوار سے متعلق ہیں +

سوتے پایا چراغ گل کرایا۔ اور تلوار کا اُٹھایا تھا اُس مرد پر ایسا لگایا کہ قصہ پاک ہوا۔ پھر اُسکا مُنہ دیکھا خدا کا شکر بجالایا اور پانی مانگا اور خوب ڈگڈگا کر پیا اور اُلٹا چلا۔ اُس شخص سے کہا کہ اب تم آرام سے سوؤ۔ اُس آدمی نے چراغ بجھانے اور پانی مانگنے کا سبب پوچھا اُسپر فرمایا کہ چراغ گل کرنیکا سبب یہ تھا کہ اُسکا مُنہ دیکھنے سے محبت کا خون جوش نہ کرآئے۔ اور پانی مانگنے کی وجہ یہ تھی کہ جسوقت سے یہ بات مینے سنی تھی قسم کھائی تھی کہ جب تک اِس ظلم کو دور نکرونگا کھانا پینا مجھے حرام ہے تین روز تک اسی انتظار میں بسر ہوئے اب تو آیا اور شر و فساد دور ہوا۔ پیاس کی شدت تھی اُسکو بجھایا۔

عراق کی فتح پر تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ وہاں کے شرقی بیابان میں ایک قافلہ سوداگروں کا لُٹ گیا ایک عورت روتی دھوئی فریاد لیکر محمود پاس آئی کہ میرا بیٹا مارا گیا اور سب اسباب مال غارت ہوا یہ فریاد سُنکر محمود نے فرمایا کہ ملک دور دراز ہے اُسکا انتظام دشوار اور مشکل ہے۔ عورت نے دل کڑا کر کے یہ کہا کہ جب تجھسے دور کے ملکوں کا نظم و نسق نہیں ہوسکتا تو پھر کیوں ملکوں کو فتح کرتا ہے اِس بات کو خوب یاد رکھ کہ اُنکی حفاظت اور حراست کی جوابدہی تیرے ذمہ ہوگی۔ اِس لعنت ملامت سے محمود نادم ہوا عورت کو بہت کچھ دے دلا کر راضی اور رخصت کیا۔ اور آیندہ ایسا انتظام کیا کہ قافلہ کا لٹنا موقوف ہوا۔

تاریخ بناکتی میں لکھا ہے کہ خراسان میں جب سلطان محمود گیا لوگوں نے اُس سے کہا کہ آپ شیخ ابوالحسن فرقانی کی زیارت کیجئے سلطان نے کہا کہ میں اِس سال اپنے گھر سے مصالح خراسان کے لئے آیا ہوں زیارت کے عزم سے نہیں آیا۔ یہ شرط ادب نہیں ہے کہ کسی دوسرے کام کی تحصیل سے مقربان الٰہی کی زیارت کیجائے۔ جب غزنین آئے مگر پھر زیارت شیخ کی نیت کر کے فرقان گیا اور شیخ کو پیغام بھیجا کہ سلطان غزنین سے آپکی زیارت کو آیا ہے۔ اگر آپ خانقاہ سے اُسکی بارگاہ میں تشریف لائیں تو آپکے الطاف سے بعید نہ ہوگا۔ ایلچی سے یہ بھی کہدیا کہ اگر آنے سے انکار کرے تو یہ آیت سُنا دینا کہ یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم رسول نے پیغام شیخ پاس پہونچایا۔ شیخ نے جانے سے انکار کیا۔ رسول نے جب آیت پڑھی تو شیخ نے کہا کہ مجھے معذور رکھو اور محمود سے کہدو کہ میں اطیعوا اللّٰہ میں ایسا مستغرق ہوں کہ اطیعوا الرسول سے

حکایت شیخ ابوالحسن فرقانی +

مخل ہوں یہ جانے کہ بس اولی الامر منکم کی طرف متوجہ ہوں ایلچی سلطان پاس آیا اور یہ حال سنایا یہ سن کر محمود کو رقت آئی اور اُسنے کہا کہ چلو یہ آدمی ایسا نہیں ہے جیسا میں نے گمان کیا تھا سلطان شیخ کی خدمت میں گیا اور اُس سے درخواست کی کہ کچھ نصیحت فرمایئے شیخ نے اُس کو یہ نصیحتیں کیں اول پرہیزگاری دوم نماز باجماعت سوم سخاوت چہارم خلق پر شفقت سلطان کو دعا دی کہ عاقبت محمود باد - اپنا خرقہ دیا جب سلطان رخصت ہوا تو اُسکی تعظیم سروقد دی سلطان نے عرض کی کہ جب میں آیا تھا تو آپنے یہ التفات نہ فرمایا تھا اب جاتے وقت یہ تعظیم کیوں ہے شیخ نے اسکا سبب بتلایا کہ جب آپ آئے تھے تو رعونت بادشاہی اور نخوت امتحان آپکے ساتھ تھی اب جاتے وقت انکسار درویشی ہمراہ ہی سلطان نے دردفعہ اس خرقہ کو اُس وقت میدان جنگ میں پہنا تھا کہ نہایت تنگ تہا اور فتحیاب ہوا سلطان نے ملاقات کے وقت شیخ کی نذر میں درہ زر پیش کیا تہا شیخ نے روٹیاں سلطان کے روبرو رکھ کر کہا کہ کھاؤ سلطان نے جب اُنکو کھایا تو وہ گلے میں اٹکیں تو شیخ نے کہا کہ روٹی آپ کے حلق سے نیچے نہیں اُترتی سلطان نے کہا کہ ہاں شیخ نے کہا کہ یہ آپ کا درہ زر ہمارے گلے میں اٹکتا ہے ہم نے زر کو طلاق دیدی ہے اسے اُٹھالو - اس کہانی سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان فقیروں سے کیسا خوش عقیدہ تہا اور شاہ وگدا میں اسوقت کن اخلاق کا برتاو ہوتا تھا فقیر بادشاہوں کو اخلاق کی تعلیم کیسے نکر کرتے تھے +

محمود کی سپاہ میں ترکی تاتاری - عربی - ایرانی ہندی قوموں میں سے ملازم تھے جن کا حال یہ تھا کہ ترکی غزنیں میں فتحمند ہو کر نہیں بلکہ لونڈی غلام بن کر آئے - مگر اُنھوں نے وفاداری ایمانداری جوانمردی ایسی دکھائی کہ معتمد کاموں پر وہ مقرر ہونے لگے - اُنکے اعتماد کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ اس ملک سے کچھ تعلق نہیں رکھتے تھے بلکہ بیگانہ تھے ایسی حالت میں اعتماد ہمیشہ زیادہ ہوتا ہے - تاتاری اور اہل عرب خانہ بدوش اور سپاہی ہونے میں برابر تھے - مگر تاتاریوں میں بلند دماغی عربوں کی سی نہ تھی - تاتاری فقط سپاہیانہ کاموں سے مناسبت رکھتے تھے مگر علم میں ان کا ذہن کند تھا عربوں نے دین - قانون - علم - حکمت کی صورتوں کو بدل دیا بہت کچھ انہیں اپنے ذہن دقیق سے اضافہ کیا - مگر تاتاریوں نے اِن کاموں میں سے ایک کام نہیں کیا - وہ صرف سپاہی تھے

سادے سپاہی رہے - ایرانی ان سب میں حضب کے تھے انمیں جیسی چالاکی تاتاریوں کی سی تیز فہمی عربوں کی سی فند فریب مکاری ہندیوں کی سی تھی - یہ صفات اُنکی ذات میں ایسی جمع تھیں ملکی کاموں میں وہ سب قوموں پر سبقت لے گئے - یہ ایرانیوں کی اُستادی تھی کہ ہندوستان کی درباری بادشاہی زبان اِنھیں کی زبان ہوئی محمود کے وزراے اعظم ایرانی ہی تھے ہندی سپاہ کو کوئی موقع نہیں ملا کہ وہ سلطان غزنوی کے سامنے اپنا کام دکھائے مگر بعد ازاں اُنہنی سلطنت اسلامیہ کی حمایت میں کار ہاے نماں کئے +

محمود کا علمی شوق +

باوجود اس سپاہیانہ مزاج کے سلطان محمود کو علوم و فنون و علم ادب کا بڑا شوق تھا - اس خوبی میں کوئی بادشاہ اُس پر سبقت نہیں لے گیا سب کاموں میں کفایت شعار تھا مگر شعر پروری اور علم کی قدر شناسی میں دریا دل تھا - ایک عظیم الشان دار العلوم اُسنے بنایا اور اُس میں بڑا کتب خانہ جمع کیا - عالموں کے وظیفوں اور تنخواہوں میں ایک لاکھ روپیہ سالانہ صرف ہوتا تھا - ایک عجائب خانہ بھی بنایا جسمیں سارے عالم کے عجائب جمع کئے - اُسکی قدر دانی اور جوہر شناسی نے چاروں طرف سے اہل کمالوں کو لاکر غزنین کے دربار میں جمع کر دیا تھا - نامور شاعر اُسکے دربار کے یہ تھے عصائری رازی استاد رشیدی طوسی - مینو چہر بلخی - حکیم عنصری - عسجدی - فرخی - دقیقی - سوا ان شاعروں کے چار سو شاعر اُسکے ملازم تھے - فردوسی کُل شعرا کا سرآمد تھا + وہ شاداب ضلع طوس میں پیدا ہوا تھا - حاکم طوس نے ایک باغ بنایا تھا اسکا نام فردوس رکھا تھا فردوسی کا باپ مولانا فخر الدین اُسکی باغبانی کرتا تھا اِس مناسبت سے وہ اشعار میں اپنا تخلص فردوسی کرتا تھا یزدجرد آخر ساسانی

فردوسی کا شاہنامہ +

شہریار ایران نے ایران کے تمام بادشاہوں کے حالات کیومرث کے زمانہ سے لیکر خسرو پرویز کی تخت نشینی تک بڑی تحقیق و تدقیق اور تلاش سے یکجا جمع کئے تھے - اور اُسکا خلاصہ ہوکر ایک کتاب موسوم بہ باستان نامہ تصنیف ہوئی تھی جب اہل اسلام سلطنت ایران کے فرماں روا ہوئے تو کتاب یزدجرد کے کتابخانہ میں اُنکے ہاتھ آئی - شہر خراسان میں آل یعقوب کے ہاتھ یہ باستان نامہ آیا تو ابو منصور عبد الرزاق بن عبد اللہ فرخ معتمد الملک کو یعقوب بن لیث نے حکم دیا کہ خسرو پرویز سے شہریار یزدجرد کے مرنے تک جو واقعات جو واقع ہوئے ہیں وہ لکھکر

باستان نامہ میں اضافہ کیے جائیں اس حکم کے موافق ۳۶۶ھ میں کتاب مرتب ہو گئی اور اسکی
نقلیں خراسان اور عراق میں پھیلیں آل سامان کو جب یہ کتاب ہاتھہ لگی تو انہوں نے دقیقی شاعر
کو حکم دیا کہ وہ اسکو نظم میں لکھے اسنے ابھی دو ہزار شعر کہے تھے کہ کسی غلام نے اسکو مار ڈالا جب دولت
آل سامان کا زوال آیا اور سلطان محمود کا اقبال چمکا تو اسنے بھی آل سامان کی تقلید کی
اور باستان نامہ کو چاہا کہ نظم میں لکھا جاے۔ فردوسی نے دقیقی کی نسبت یہ اشعار لکھے ہیں اشعار
یکا یک از و بخت برگشتہ شد ✣ بدست یکے بندہ برگشتہ شد ✣ ز گشتاسپ و ارجاسپ بیتے ہزار
بگفت و سر آمد برو روزگار ✣ فردوسی کی یہ آرزو ہوئی کہ میں اس کتاب کو نظم میں لکھہ کر
پورا کروں۔ باستان نامہ اسکو ہاتھہ نہ آتا تھا اسکی تلاش میں رہتا تھا کہ اس کے ایک دوست
نے باستان نامہ لا دیا اور فردوسی سے کہا کہ تیرا یہ ارادہ کہ اس نامہ پہلوی کو نظم میں لکھے نہایت
مستحسن ہے اسوقت طوس میں ابو منصور محمد امیر تھا اسنے فردوسی کو نصیحت کی تھی کہ جب
کتاب تمام ہو تو کسی بادشاہ کی نذر کرنا سب ملکوں میں مشہور تھا کہ سلطان محمود شاعروں کا
بڑا قدر شناس ہے اسلئے فردوسی غزنیں میں آیا سلطان محمود نے اپنے دربار کے شعراء عظام سے
باستان نامہ کی نثر کی نظم لکھوائی سب نظموں میں فردوسی کی نظم فائق معلوم ہوئی سلطان نے فردوسی کو
حکم دیا کہ باستان نامہ کو نظم میں لکھے اسکے واسطے رہنے کا مکان اور اسباب آسائش کے تیار
کرنے کا حکم دیا۔ اور ہر ہزار اشعار کہنے کے بعد ہزار دینار طلا دینے کا ارشاد کیا سلطان کہا کرتا تھا
کہ فردوسی نے اگر میرے دربار کو فردوس بنا دیا۔ فردوسی شاہنامہ کے کہنے میں مصروف ہوا۔
خواجہ احمد بن حسن میمندی نے ایک ہزار اشعار کے بعد اس پاس ہزار دینار بھیجے مگر فردوسی نے
اسلئے نہیں لئے کہ اسکا ارادہ تھا کہ ایک دفعہ سب لے لے۔ اور اسکو طوس کی ندی کے بند باندھنے
میں خرچ کر دے۔ ارکان دولت فردوسی کے ساتھہ محبت کرتے تھے اور وہ بھی انکی مدح کرتا تھا
یہ امر احمد بن حسن میمندی وزیر سلطان کو ناگوار خاطر تھا۔ ان دونوں میں ایسی شکر رنجی ہو گئی کہ
فردوسی نے یہ اشعار کہے ✣ مثنوی ✣

من بندہ کز مبادی فطرت نبودہ ام مائل بہ مال ہرگز طامع بجاہ نیز